ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء
۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار" رواہ ابوداود باسناد علی شرط البخاری ومسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔ اور جو شخص تین دن سے زیادہ ناراض رہا۔ اور اس عرصہ میں وہ مرگیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (ابوداود، علی شرط بخاری ومسلم)

وعن ابی خراش حدرد بن ابی حدرد الاسلمی ویقال السلمی الصحابی رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "من ھجر اخاہ سنۃ فھو کسفک دمہ" رواہ ابوداود باسناد صحیح۔

حضرت ابی خراش حدرد بن ابی حدرد الاسلمی اور ان کو سلمی صحابی (رضی اللہ عنہ) بھی کہا جاتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے) کہ جس شخص نے اپنے بھائی کو ایک سال تک چھوڑے رکھا تو ایسا ہے۔ کہ گویا اس کا خون بہایا (ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا)

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لا یحل لمؤمن ان یھجر مؤمنا فوق ثلاث، فان مرت بہ ثلاث فلیلقہ ولیسلم علیہ فان رد علیہ فقد اشترکا فی الاجر وان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم، وخرج المسلم من الھجرۃ" رواہ ابوداود باسناد حسن۔ قال ابوداود اذا کانت الھجرۃ للہ تعالی فلیس من ھذا فی شیء"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مومن کے لئے یہ چیز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن سے تین روز سے زیادہ ناراض رہے۔ سو اگر تین روز اس حالت میں گزر جائیں تو اس سے جاکر ملاقات کرے۔ اور اس کو سلام کرے اگر وہ سلام کا جواب دیدے تو اس مصالحت کے ثواب میں دونوں شریک ہوگئے اور اگر وہ شخص اس کے سلام کا جواب نہ دے۔ تو وہ گنہگار ہوا اور سلام کرنے والا ترک ملاقات کے گناہ سے بری ہوگیا ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد حسن کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں۔ کہ اگر یہ ترک ملاقات محض اللہ تعالے کی خوشنودی کے لئے ہو۔ تو اس میں کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔

ف:۔ اسلام میں معاشرتی حیثیت سے دوستوں کی ملاقات کے لئے جانا ایک ثواب کا کام ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی یا اپنے بھائی کی رجس کی اخوت فی اللہ ہوا تو ایک پکارنے والا اس کو آواز دے گا۔ کہ تم اچھے تمہارا آنا اچھا اور تم نے جنت میں اپنے لئے ایک مکان بنالیا۔

وعن ابن عمر رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا کانوا ثلاثۃ فلا یتناجی اثنان دون الثالث" متفق علیہ رواہ ابوداود وزاد، قال ابو صالح: قلت لابن عمر: فاربعۃ؟ قال لا یضرک" رواہ مالک فی الموطا عن عبد اللہ بن دینار قال: کنت انا وابن عمر عند دار خالد بن عقبۃ التی فی السوق، فجاء رجل یرید ان یناجیہ ولیس مع ابن عمر احد غیری فدعا ابن عمر رجلا اخر حتی کنا اربعۃ فقال لی وللرجل الثالث الذی دعا: استاخرا شیئا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "لا یتناجی اثنان دون واحد۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تین شخص ہوں، تو ایک کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں (امام بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ابوداؤد نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور اس میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں۔ کہ ابو صالح نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ اگر چار شخص ہوں، تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے امام مالک نے موطا میں عبداللہ بن دینار سے نقل کیا ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن عمرؓ خالد بن عقبہ کے مکان پر تھے۔ جو بازار میں تھا تو ایک شخص اس ارادہ سے آیا کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ سے سرگوشی کرے اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس میرے علاوہ اور کوئی شخص نہیں تھا تو حضرت ابن عمرؓ نے ایک اور شخص کو بلالیا حتی کہ ہم چار آدمی ہوگئے تو حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے اور اس تیسرے آدمی سے جس کو بلایا تھا کہا کہ کچھ دور ہوجاؤ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ دو آدمی ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

ایڈیٹر مناظر حسین نظرؔ — ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

سالانہ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے

جلد ۱۳ | ۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء | شمارہ ۲۵

ذبیحہ کے بارے میں

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ کی تحقیقِ انیق

(مولانا حافظ نور الحسن خاںؔ پروفیسر تفسیر و حدیث پنجاب یونی ورسٹی لاہور)

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن خاں صاحب نے جب سے ذبیحہ کے بارے میں اپنا فتویٰ صادر فرمایا ہے یہ فتوے ہر جگہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ جو مسئلہ صدیوں سے متفقہ چلا آ رہا تھا وہ یکبارگی مختلف فیہ کیسے ہو گیا۔ کیا واقع میں یہ کوئی نئی تحقیق ہے یا ملک میں جانوروں کو مشینوں سے ذبح کرنے کے لئے محض پیش خیمہ اور غیر مسلم ممالک سے گوشت درآمد کرنے کے لئے محض تمہید ہے۔

اس موقع پر ہم اپنا فرض دینی سمجھتے ہیں کہ عوام کو بروقت صحیح صورتِ مسئلہ سے آگاہ کر دیں تاکہ حرام و حلال میں سے جسے بھی وہ اختیار کریں بصیرت سے کریں۔

اس وقت ہمارے سامنے ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کا وہ بیان ہے جو روزنامہ مشرق مورخہ ۹ اکتوبر میں ڈاکٹر صاحب کی تصویر کے ساتھ پہلے صفحہ پر شائع ہوا ہے جس کا متن یہ ہے:۔

"ادارۂ تحقیقات اسلامیہ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے آج یہاں (راولپنڈی) میں کہا۔ کہ حلال جانوروں کو مشینوں سے آج کل جس طرح ذبح کیا جاتا ہے اسلام میں اس کی اجازت ہے۔ ادارہ کی طرف سے ایک بیان جاری کیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے مشینی ذبیحہ کے سلسلہ میں یہ وضاحت کی ہے کہ مشین سے حلال جانور کو ذبح کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان یا اہلِ کتاب میں سے ہو۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ جہاں تک ذبح کرتے وقت تکبیر بسم اللہِ اللہُ اکبر پڑھنے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں علمائے کرام کے درمیان ابتداء سے اختلاف موجود ہے اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ چند لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: "ہمارے پاس لوگ گوشت لے کر آتے ہیں جس کے متعلق ہمیں علم نہیں ہوتا کہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں"۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "تم گوشت پر اللہ کا نام لو اور کھا جاؤ"۔ اس سے ثابت ہوا کہ ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا شرط یا واجب نہیں ہے اور اس بناء پر اگر ذبح کرتے وقت نہ غیر اللہ کا نام لیا جائے اور نہ اللہ کا تو وہ ذبیحہ حرام نہیں ہو گا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس بیان میں اپنے پہلے بیانوں میں سے ایک بات سے رجوع فرما لیا ہے کیونکہ پہلے بیانوں میں انہوں نے یہ ہی کہا تھا کہ "ذبح کرنے والا خواہ کوئی بھی ہو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر اہلِ کتاب میں سے ہو تو کسی کو بھی اعتراض نہیں"۔

ہمیں اس بات کی تو خوشی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو کچھ واپس لیا تو سہی لیکن اس بات کا رنج ہے کہ جتنا چھوڑا ہے سارا زہر اسی میں ہے لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ اس بیان کا قدرے عمیق اور غائر جائزہ لیں تاکہ قارئین کرام کو بتائیں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے فتویٰ کی حقیقت کیا ہے۔

گو کہ ڈاکٹر صاحب کا بیان ناقابلِ تجزی ہے لیکن سہولت کی خاطر ہم مندرجہ ذیل فرضی اجزاء میں تقسیم کرتے ہیں:۔

(ا) مشین سے حلال جانور کو ذبح کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان یا اہلِ کتاب میں سے ہو۔

(ب) ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنے کا مسئلہ علماء میں ہمیشہ مختلف فیہ رہا ہے۔

(ج) ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا شرط یا واجب نہیں۔

(د) اگر ذبح کرتے وقت نہ غیر اللہ کا نام لیا جائے اور نہ اللہ کا تو وہ ذبیحہ حرام نہیں ہو گا۔

سب سے پہلے آپ جزء الف کو لیجئے اور اس پر غور فرمائیے۔ اس میں دو باتیں ہیں مشین سے ذبح کرنا اور ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا۔ جہاں تک مشین سے ذبح کرنے کا تعلق ہے ایسا ذبیحہ حرام ہے کیونکہ مشین کا بلیڈ یا چھری جانور کی گردن کو آنِ واحد میں باقی جسم سے الگ کر کے اس کے دل اور دماغ کے باہمی رابطہ کو قطع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے دمِ مسفوح جو قرآن کی رو سے حرام اور طبی اعتبار سے مضرِ صحت ہے جانور کے جسم سے بالکل خارج نہیں ہوتا لیکن اس کے برعکس اسلامی طریقِ ذبح سے رگیں کٹنے کے بعد بھی کچھ دیر تک قلب کی حرکت چونکہ باقی رہتی ہے اس لئے جانور سارے ناپاک خون کو اپنے جسم سے باہر پھینک دیتا ہے۔ اطباء بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ دمِ مسفوح جس کا خارج کرنا شرعِ اسلامی نے لازم اور ضروری قرار دیا ہے اس میں تپ دق اور دوسرے ایسے ہی کئی اور مہلک امراض کے جراثیم موجود ہوتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے حد درجہ خطرناک اور مضر ہیں۔ سبحان اللہ صحت کے وہ زریں اصول جنہیں طبِ جدید آج دریافت کر رہی ہے ان کی طرف اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسطِ مبارک سے آج سے چودہ سو سال قبل ہی رہنمائی فرما دی تھی۔

مشین سے ذبح کرنے یا بجلی کے کرنٹ سے جانور کو بے جان کر دینے کے حق میں ایک بڑی خوبی وقت کی بچت بتائی جاتی ہے بلاشبہ وقت بڑی ہی قابلِ قدر اور عزیز چیز ہے اور مسلمان سے زیادہ اس کی قدر کو اور کوئی نہیں پہچان سکتا لیکن ایک چیز ایسی ہے جو مسلمان کو وقت سے بھی زیادہ عزیز ہے اور وہ ہے دولتِ ایمان، اگر وقت بچتا اور ایمان جاتا ہے تو ہم اسے ترجیح دیں گے کہ وقت کو نہ بچائیں ایمان کو بچائیں۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمان ہم سے بھی کہیں زیادہ مصروف تھے۔ صرف فرق مصروفیات کی نوعیت کا ہے ہمیں وقت کی قدر دینی مصروفیات سے زیادہ دنیوی مصروفیات کی وجہ

(باقی صفحہ پر)

مجلس ذکر ۷ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۷ء

خود نیک عمل کریں اور دوسروں کو عمل کی دعوت دیں۔

از جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

خالد سلیم ایم اے

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی:- اما بعد- فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ○

اے ایمان والو پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

سب سے پہلے میں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا کرتا ہوں جس نے ہمیں ایمان کی دولت نصیب فرما کر اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی- یہ اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے حضرتؒ نے اصلاح کے لئے ہر جمعرات کو مجلس ذکر کا طریقہ رائج کیا ہفتہ میں باقی چھ دن تنہا سراً و جہراً اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے کی تلقین فرماتے اور ایک دن جماعت کے ساتھ- مجلس ذکر میں حاضری کی پابندی نہیں تھی اور نہ اب ہے - جو آسانی سے اللہ کا ذکر کرنے کے لئے آسکتا ہے- وہ آجائے- جو نہیں آسکتا وہ گھر پر اللہ کا ذکر کرے- اسلام کی تمام عبادات جہاد- نماز- حج اور عید وغیرہ سب اجتماعیت کی طرف بلاتی ہیں ہر نماز میں مسلمان اھدنا الصراط المستقیم- (ہم سب کو سیدھے راستے پر چلا) کی دعا مانگ کر کل مسلمانوں کی ترجمانی کرتا ہے اور کل مسلمانوں کے لئے استعانت طلب کرتا ہے- اکیلے نماز پڑھنے سے باجماعت نماز پڑھنا ۲۷ درجہ افضل و بہتر ہے غرض اللہ تعالیٰ کا ذکر جماعت کے ساتھ کرنا بھی اکیلے ذکر کرنے سے کئی درجہ افضل ہے- قرون اول کے مسلمان سابقو بالخیرات پر عمل کرتے تھے- بدی اور برائی کو مٹانا اور نیکی کو پھیلانا اور دنیا کو ہدایت کا پیغام پہنچانا اُن کا شیوہ تھا- اُنہوں نے منظم ہو کر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کیا اور ہر جگہ اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا- اُن مسلمانوں کے دلوں میں محبت و الفت تھی- خلوص تھا- وہ ایک دوسرے کے لئے ہر چیز قربان کر دیتے تھے- کسی مسلمان کو تکلیف و مصیبت میں دیکھنا نہ چاہتے تھے- لیکن افسوس صد افسوس ہے آج کے مسلمانوں پر جو ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں آج مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان قتل ہو رہے ہیں بچوں اور عورتوں کو اغوا کرنے والے بھی مسلمان ہیں- مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے والے بھی مسلمان ہیں- دھوکہ باز بے ایمانی اور فریب دہی کے ماہر بھی مسلمان ہی ہیں

آج جوں جوں مسائل حیات بڑھ رہے ہیں- جوں جوں آرام و آسائش کی چیزیں میسر آرہی ہیں اتنا ہی ہم اللہ کی عبادت اور ذکر سے دور ہٹ رہے ہیں (الا ماشاء اللہ) اگر ہم اسی طرح چلتے رہے اور اپنی زندگیوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق نہ بنایا- تو معاشرہ میں برائیاں اور بدکاریاں اور زیادہ بڑھتی جائیں گی- اور یہ ہماری تباہی کا باعث ہوں گی- دنیا میں سکون و چین نصیب نہ ہوگا اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

حضرات! ان حالات میں آپ اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کریں- اپنے دائرہ اختیار میں اسلام کی اشاعت کریں- خود عملی نمونہ بن کر دوسروں کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں- یقیناً دوسرے گم کردہ راہ لوگ آپ کے پیچھے چل پڑیں گے- اپنے گھروں کی حالت درست کریں- اگر آپ کارخانہ کے مالک ہیں تو اپنے کارخانہ میں ملازم وہ رکھیں جو نمازی ہوں اور اوقات کار ایسے رکھیں- جس میں نماز کی اجازت ہو۔

اسی طرح اگر ہر مسلمان خود اور اس کے ماتحت سب اللہ کی عبادت اور ذکر کریں- تو یقیناً ایک دن میں کایا پلٹ جائے گی- آج حکومت عوام پر اور عوام حکومت پر الزام دیتے ہیں-

حکومت کا فرض ہے کہ اس ملک میں اسلامی قوانین رائج کرے ہر بے حیائی اور بدکاری کے اڈے، سینما، شراب خانے کلبیں بند کرے- لیکن اگر حکومت اپنے فرائض ادا نہیں کرتی تو آپ خود ان برائیوں سے بچیں اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں- اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلائیں اور برائی سے روکیں

قوم کی بیماریوں کا علاج فقط قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے- قرآن مجید کا ایک بہترین حکم یہ ہے- کہ اپنی خورد و نوش کو حلال بناؤ- رزق حلال بہترین علاج ہے روحانی بیماریوں کا اور پرہیز ہے مشتبہ مال سے بچنا اور کثرت سے ذکر اللہ کرنا- اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال خورد و نوش عطا فرمائے اور ذکر اللہ کی توفیق نصیب فرمائے- (آمین)

۱۵ر رجب المرجب ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۷ء

قرآن عزیز پر عمل ہی تمام مشکلات کا حل ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ۔ امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :—
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
(پ ۴ - آل عمران آیت ۱۳۰)

ترجمہ: اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تمہیں غالب رہوگے اگر تم ایمان دار ہو۔

بزرگان محترم! اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے۔ کہ اے مسلمانو! سختیوں سے ناامید ہوکر گھبرا جانا تمہارا شیوہ نہیں — دیکھنا! دشمنانِ دین کے مقابلہ میں کمزوری نہ دکھانا - آخر فتح تمہاری ہی ہے اور انجام کار تم ہی غالب رہوگے اور اللہ کے وعدوں پر پورا یقین رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں ثابت قدم رہیے۔

حاصل یہ نکلا کہ ذلت و پستی سے نکلنے اور مصائب و آلام کے چکر سے نجات پانے کا ذریعہ فقط یہ ہے کہ مسلمان کا ایمان مضبوط ہو اور وہ کتاب و سنت کو زندگی کے ہر گوشے میں مشعلِ راہ بنائے۔ دشمنانِ دین پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے سب سے ضروری شرط **ایمان** کو قرار دیا گیا ہے۔ تعداد کی قلت و کثرت اور مادی اسباب و ذرائع ایمان کامل کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے — مذکورہ بالا حقیقت پر پورا ایمان و یقین رکھنے کے لئے قرآن مجید کے متعلق مندرجہ ذیل عقائد کا جان لینا ضروری ہے۔

(۱)

قرآنِ عزیز فرمانِ الٰہی ہے

ہر مسلمان قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝
(س الرحمٰن پ ۲۷)

ترجمہ: رحمٰن ہی نے قرآن سکھایا۔

ظاہر ہے جب یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان واجب الاذعان ہے تو اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی نہ اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی ہو سکتی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تبدیل ہو سکتا ہے۔

(۲)

قرآن مجید مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے

قولہ تعالیٰ:-
اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (س الاعراف آیت ۲)

ترجمہ: جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اُتری ہے اس کا اتباع کرو۔

حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے بھیجا ہوا مکمل ضابطۂ حیات اور دستور العمل ہے اور اس پر اسے بے دھڑک عمل کرنا چاہیئے۔

(۳)

قرآن مجید ڈرنے والوں کیلئے نصیحت ہے

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝
(س طٰہٰ - ع ۱ - پ ۱۶)

ترجمہ: ہم نے قرآن مجید تم پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم تکلیف اٹھاؤ۔ بلکہ اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

(۴)

قرآنِ عزیز سیدھا راستہ سجھاتا ہے

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل پ ۱۵ - ع ۱)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔

(۵)

قرآن مجید شفاء اور رحمت ہے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝
(بنی اسرائیل رکوع ۹ پ ۱۵)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمانداروں کے حق میں شفاء اور رحمت ہیں۔

(۶)

قرآن مجید آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (القمر - ع ۱ - پ ۲۷)

ترجمہ: اور البتہ ہم نے تو سمجھنے کے لیے قرآن مجید کو آسان کر دیا۔ پھر کوئی ہے کہ سمجھے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کو سمجھنا چاہے تو اس کے مضامین آسانی سے سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے فہم کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں اور کوئی کتاب ایسی نہیں

جس میں یہ حسن اور کمال ہوں۔

برادرانِ اسلام! یہ بات ہرگز نہ بھولئے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی ذات بے نظیر ہے اسی طرح سے اس کی صفات بھی بے نظیر ہیں۔ کلام اللہ حق تعالےٰ شانہٗ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس کے بے نظیر ہونے کو کئی طریقوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مقدس کتاب بچے، بوڑھے، جاہل، عالم، رعایا، راعی، امّت اور پیغمبر سب کے لئے یکساں مفید اور ہر ایک کے لئے مکمل دستورالعمل ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کی مثال میٹھے پانی کے ایک دریا کی ہے جس میں سے ہر شخص اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چل کر اس چشمۂ صافی سے پوری طرح فیض یاب ہوں۔ صحابۂ کرام رضؓ کا نصابِ تعلیم فقط قرآنِ کریم تھا۔

محترم حضرات! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں باشندگانِ عرب کو اُمّی یعنی "اَن پڑھ" کے نام سے ذکر کیا ہے — ان اَن پڑھوں یا ناخواندہ انسانوں کو فقط قرآن مجید ہی کی تعلیم دی گئی تھی۔ چنانچہ اسی تعلیم کی برکت اور مکتبِ نبوت کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ ان میں وہ خوبیاں اور کمالات پیدا ہو گئے تھے جن کی نظیر دنیا کی آنکھوں نے پہلے کبھی بھی نہیں دیکھی تھی۔ اور اس کے بعد آج تک دنیا میں نظر نہیں آئی۔ اور قیامت تک نظر نہیں آئے گی۔ حق تعالےٰ خود ان کے بے نظیر ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥

(آل عمران رکوع ۱۲ پ ۴)

ترجمہ: تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا — کچھ ان میں سے ایماندار ہیں اور اکثر اُن میں سے نافرمان ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید میں آج بھی وہی تاثیر موجود ہے۔ جو آج سے تقریباً ۱۴ سو سال پہلے موجود تھی اور اس قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کے لئے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ (اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا) کا اعلان واجب الاذعان موجود ہے۔ اگر آج ہم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح اس پر عمل کریں تو اللہ تعالےٰ کی وہی رحمتیں ہم پر نازل ہو سکتی ہیں اور تمام اقوام عالم پر وہ اخلاقی اور سیاسی فوقیت حاصل ہو سکتی ہے جو صحابہ کرام رضؓ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوئی تھی لیکن ہائے افسوس کہ ہم نے قرآن کا دامن چھوڑ دیا ہے اور اسی لئے پستی و ذلت کے عمیق گڑھے میں گرے ہوئے ہیں — شاعرِ مشرق نے اس حقیقتِ حال کو ان الفاظ میں پیش کیا تھا ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

مسلمانوں کی ذلت کے دو بڑے سبب

برادرانِ اسلام! قرآن مجید فرقان حمید کی روشنی میں آپ کی ذلت کے دو بڑے سبب ہو سکتے ہیں یا تو آپ کا قرآن مجید پر ایمان نہیں ہے اور اگر ہے تو آپ کا عمل ایمان کے مطابق نہیں اور آپ عملاً اس کی مخالفت کر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ قرآن مجید کی برکات سے مستفیض نہیں ہو رہے اور موجودہ ذلت میں مبتلا ہو گئے ہو۔

یاد رکھیئے! اللہ رب العزت کے فرمان واجب الاذعان کی روشنی میں اس ذلت سے نجات حاصل کرنے کا واحد علاج سنتِ نبویؐ کے مطابق قرآن مجید کے احکام کی تعمیل ہے اور یہی وہ نسخۂ کیمیا اور اکسیر ہے جو آپ کو شفایاب کرکے اقوام عالم میں سربلند و سرفراز کر سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس نسخۂ کیمیا کے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکت سے تمام امراض سے شفایاب فرمائے اور ہماری تمام مشکلات کو حل فرمائے۔ آمین —

وما علینا الا البلاغ المبین

محمد طفیل صاحب اے سی بہاولپور

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳

موجودہ سائنس نے روشنی کی رفتار یعنی 1,86,282 میل فی ثانیہ کو رفتار کی انتہا قرار دیا ہے۔ یعنی اس سے زیادہ رفتار ممکن نہیں۔ بہرحال یہ ایک نظریہ ہے۔ اور کسی وقت بھی تبدیل ہو سکتا ہے البتہ روشنی کی رفتار بالکل صحیح ہے اور بہت نازک اور حساس آلات کے ذریعے اس کی صحت کو جانچا جا چکا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی چیز روشنی کی رفتار سے چل رہی ہے۔ تو اس کے لئے وقت ساکن ہو جاتا ہے۔ اور اس سے زیادہ رفتار اس وجہ یا مفروضہ کی بنا پر ممکن نہیں کہ اس سے زیادہ رفتار پر چلنے والی شے ماضی میں سفر کریگی یعنی جو چیز یہاں سے آج روانہ ہو۔ تو وہ بہت طویل فاصلے طے کرنے کے بعد آج سے پہلے واپس پہنچ جائے گی جو ناممکن ہے کیونکہ عادۃً اور عقلاً محال ہے۔ اس سے اور کچھ نہ ہو تو کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا کہ اعلیٰ سائنس کسی

(باقی آئندہ)

صفحہ ۳ سے آگے

سے ہے اور انہیں دنیوی مصروفیات سے زیادہ دینی مصروفیات کے لئے تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ دنیا اور دین دونوں درست رہیں لیکن فرض کیجئے کہ ان دونوں میں سے ایک کو ضرور بگڑنا ہے تو پھر دنیا بگڑ جاتے تو شوق سے بگڑ جائے لیکن دین نہ بگڑنے پائے۔

من و دل گر فنا شدیم چہ باک
غرض اندر میاں سلامتِ اوست

گو کہ اس دور میں جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے مشینیں موجود نہ تھیں لیکن تلواریں موجود تھیں۔ اگر اسلام نے آن واحد میں جانور کی گردن الگ کر دینے کی اجازت دی ہوتی تو وہ مسلمان جو ایک پل میں اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے بڑے سے بڑے سرکش کافر کی گردن اڑا دیتے تھے ان کے لئے ایک غریب بکری کی گردن کا اڑا دینا کیا مشکل تھا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حج جیسے کثیر اجتماع میں جہاں ہزاروں جانور ذبح کرنا پڑتے ہیں اس موقعہ پر بھی وہ جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے چھری ہی کو ہمیشہ کام میں لاتے رہے۔ کیونکہ وقت کی قدر اس میں نہیں کہ ہم اس کے اندر ضرور کچھ نہ کچھ کر ڈالیں خواہ کیسا ہی غلط سلط کیوں نہ ہو بلکہ صحیح قدر اس میں ہے کہ اس کی کوئی گھڑی ضائع نہ کی جائے۔ اور جو کام اس میں کیا جائے وہ فی نفسہٖ صحیح ہو اور پھر اسے بڑی خوبی اور عمدگی سے انجام دیا جائے وقت کا ظرف بڑا پاک ظرف ہے اسے بُرے اعمال کی پلیدی سے ناپاک نہیں کرنا چاہئے۔ فرض کیجئے کہ تھوڑے وقت میں صحیح کام کو صحیح طور پر انجام نہیں دیا جا سکتا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ اس کے لئے وقت کے وسیع تر ظرف کو استعمال کریں۔ آپ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ وقت ہمیں کام کے لئے عزیز ہے وقت کے لئے ہمیں کام عزیز نہیں، مقصود بالذات کام ہے وقت نہیں۔ سبحان اللہ، کیا عجب تقسیم ہے ہم کام کے لئے وقت ڈھونڈتے ہیں لیکن ہمیں وقت نہیں ملتا اور ادارہ تحقیقات اسلامیہ وقت گذارنے کے لئے کام ڈھونڈتا ہے اور اسے کام نہیں ملتا۔

گذشتہ بالا سطور میں ہم نے یہ واضح کیا ہے کہ عقل اور نقل دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ صرف شرعی طریق ذبح ہی سے حیوان کا دم مسفوح پوری طرح خارج ہوتا ہے۔ لہٰذا مشین سے ذبح کیا ہوا یا بجلی کے کرنٹ سے بے جان کیا ہوا جانور حرام ہے۔ فقہاء نے جانور کو گدی کی طرف سے چھری کے ساتھ ذبح کرنے کو مکروہ مگر ذبیح کو حلال اس وقت قرار دیا ہے جب کہ گلے کی رگیں کٹنے سے قبل تک جانور زندہ رہے اور پھر رگیں کٹنے سے مرے اگر رگیں کٹنے سے قبل ہی مر جائے تو وہ حلال نہیں حرام ہے اب آپ غور فرمایئے کہ وہ جانور جس کی گردن ایک ہی پل میں الگ کر دی جائے اس کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی جان رگیں کٹنے سے پہلے نکلی ہے یا رگیں کٹنے کے بعد۔ لہٰذا ہر وہ آلہ جس سے جانور کی گردن کو یکبارگی الگ کر دیا جائے اس کا ذبیحہ بھی حرام ہوگا اور ہر وہ طریق جس سے جانور کو بغیر ذبح کئے یونہی مار دیا جائے اس طریق سے مارا ہوا جانور بھی حرام ہوگا۔

اب جزء الف کے دوسرے حصے کی طرف آیئے جس میں ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب میں سے ہونا چاہئے۔ چونکہ یہ حصۂ الف اور باقی اجزاء (ب، ج، د) مآل کے اعتبار سے ایک ہی ہیں اس لئے بحث کو درازی سے بچانے کے لئے ہم ان سب پر ایک ساتھ غور کرتے ہیں

ڈاکٹر صاحب کے ارشاد کے مطابق اگر ذبح کرنے والا مسلمان یا کتابی ہو تو خواہ تکبیر پڑھے یا نہ پڑھے اس کا ذبیحہ حلال ہوگا۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام آیت ۱۲۱) اس جانور کو مت کھاؤ جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔) کی نص صریح اس باب میں موجود ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ کتابی اور مسلمان دونوں کے لئے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے اور پھر یہی کافی نہیں کہ دل میں تکبیر کے مفہوم کا تصور کر لیا جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان الفاظ کو زبان سے ادا کیا جائے۔ کیونکہ جب ذکر کا صلہ علیٰ آئے تو ذکر سے مراد ذکر لسانی ہی ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کتابی یا مسلمان بھی ذبح کے وقت جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیں تو ان کا ذبیحہ بھی حرام ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے کتابی کو ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے سے مستثنیٰ کر کے پاکستان میں باہر سے آنے والے گوشت کی حلت کے لئے شرعی راہ تلاش کرنا چاہی تھی لیکن الحمد للہ کہ پہلے بھی مسدود تھی اور ڈاکٹر صاحب کی کوشش و کاوش کے باوجود بھی مسدود ہی رہی۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ "ذبح کے وقت تکبیر پڑھنے کا مسئلہ علماء میں ہمیشہ مختلف فیہ رہا ہے۔" اس سے ڈاکٹر صاحب عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ابتداء ہی سے یہ جھگڑا چلا آ رہا ہے کہ آیا ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے یا نہیں پس تم اس جھگڑے میں نہ پڑو اور جو حرام و حلال سامنے آئے بلا تمیز کھاتے چلے جاؤ۔

اس سلسلہ میں ہم ڈاکٹر صاحب سے سب سے پہلے تو یہ بات پوچھتے ہیں کہ چودہ سو سال سے جو مسئلہ آپ کے خیال میں اختلافی چلا آ رہا ہے جس کا فیصلہ صحابہؓ نہ کر سکے تابعین نہ کر سکے تبع تابعین نہ کر سکے، بڑے بڑے مجتہدین اور بڑے بڑے علماء، و محدثین نہ کر سکے اور آپ کے خیال میں ہمیشہ آپس میں لڑتے رہے تو آپ کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ آپ چھوٹتے ہی یہ کہہ دیں کہ ذبح کے وقت تکبیر پڑھنا شرط یا واجب نہیں ہے۔ اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنے کے ہم بھی قائل ہیں لیکن کھلا رہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جس کا جی چاہے اس سے گذر جائے بلکہ اس سے گذرنے کے لئے شرائط اور آداب ہیں جب تک کوئی ان سب کو پورا نہیں کرتا اس دروازے سے گذرنے کی اجازت اُسے نہیں دی جا سکتی — خیر یہ تو ایک الزامی جواب تھا تحقیقی جواب یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنے یا نہ پڑھنے کا مسئلہ ایک ہی مسلک کے قائل علماء میں کبھی اختلافی نہیں رہا مثلاً تمام احناف اس بات پر متفق ہیں کہ اگر ذبح کرتے وقت کوئی مسلمان تکبیر پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر جان بوجھ کر تکبیر نہ پڑھے تو اس کا ذبیحہ حرام ہے۔ اور یہی حکم اہل کتاب کا ہے البتہ شوافع یہ کہتے ہیں کہ ذبح کرنے والا جب مسلمان ہو تو خواہ عمداً ذبح کرتے وقت تکبیر نہ پڑھے اور خواہ تکبیر پڑھنا بھول جائے دونوں حالتوں میں اس کا ذبیحہ حلال ہے —

احناف کا بڑا استدلال اس بارے میں یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ہے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (اس ذبیحے کا گوشت مت کھاؤ جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو) اور گو کہ یہ حکم ناسی اور عامد دونوں کو شامل ہے لیکن ناسی کا ذبیحہ اس لئے حلال ہے کہ کسی کا نسیان اس کا فعل اختیاری نہیں اور جس فعل میں انسان کے ارادے یا اختیار کو دخل نہ ہو اس پر انسان ماخوذ نہیں ہوتا — قرآن حکیم میں ایک جگہ ہے — لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو مکلف نہیں بنایا مگر

اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو (البقرہ آیت ۲۸۶)
اور دوسری جگہ ہے مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ - اللہ تعالیٰ نے دین کے بارے میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی۔ (الحج آیت ۷۸) پس احناف کے نزدیک جو شخص ذبح کے وقت تکبیر پڑھنا بھول جائے اس کا ذبیحہ حلال ہونا چاہئے کیونکہ عمداً اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ سہواً اس سے ایسا ہو گیا۔ ہاں اگر کوئی جان بوجھ کر ذبح کے وقت تکبیر نہ پڑھے تو اس کا ذبیحہ حرام ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہو و عمد دونوں حالتوں میں ذبیحہ حرام ہے کیونکہ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ کا حکم عام ہے اس میں عامد یا ناسی کی کوئی قید نہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان خواہ عمداً ذبح کے وقت تکبیر نہ پڑھے خواہ سہواً اس سے رہ جائے دونوں حالتوں میں مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے ان کی بڑی دلیل اس باب میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں المسلم یذبح علی اسم اللہ سمّی أو لم یسمّ (مسلمان اللہ ہی کے نام سے ذبح کرتا ہے خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے یا نہ لے)۔

احناف اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عامد اور ناسی دونوں کے بارے میں نہیں بلکہ صرف ناسی کے بارے میں ہے یعنی اگر کوئی مسلمان ذبح کرتے وقت تکبیر کہنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ خدا ہر مسلمان کے دل میں بستا ہے۔ کیا ہوا اگر کبھی زبان سے ایک آدھ مرتبہ اس کا ذکر کرنا بھول گیا اور احناف نے اس حدیث کو ناسی کے ساتھ اس لئے مخصوص کیا کہ قرآن حکیم نے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ کہہ کر تکبیر کو ضروری قرار دیا۔ اب یہ تو متصور نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم کے خلاف ارشاد فرمائیں۔ لہٰذا یہی صورت تطبیق بین الکتاب والسنۃ کی ہے کہ قرآن حکیم کا حکم عامد کے لئے ہو اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ناسی کے لئے لہٰذا اب کتاب و سنت میں کوئی تعارض نہ رہا۔

احناف کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ یہ گلہ رہا کہ انہوں نے پہلی مرتبہ یہ اجتہاد کیا کہ اگر مسلمان ذبح کے وقت عمداً تکبیر نہ پڑھے یا سہواً اس سے رہ جائے تو دونوں حالتوں میں ذبیحہ حلال ہے ورنہ امام شافعی رح سے قبل یہ مسئلہ مجمع علیہ تھا کہ اگر مسلمان عمداً تکبیر چھوڑ دے تو اس کا ذبیحہ حرام ہوگا اور اجماع کا بڑا باعث قرآن حکیم کی آیت وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ کا حکم تھا یہی وجہ تھی کہ علماء نے اس مسئلہ میں اجتہاد کی اجازت نہیں دی کیونکہ اجتہاد وہاں کیا جاتا ہے جہاں کہ کتاب و سنت کی نص صریح موجود نہ ہو، حضرت ابن عباس رض، ابن المسیب رح، طاؤس، عطاء رح مجاہد، حسن رح، ثوری رح، اسحٰق اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رح سب کا یہی مسلک اور یہی فتوےٰ تھا کہ اگر مسلمان عمداً تکبیر کو ذبیحہ پر ترک کر دے تو وہ ذبیحہ بھی حرام ہوگا۔

البتہ اگر اختلاف تھا تو اس میں تھا کہ اگر کوئی مسلمان ذبح کے وقت تکبیر کہنا بھول جائے تو ایسے ذبیحہ کے بارے میں کیا حکم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رض کا قول ہے کہ حلال ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں حرام ہے بلکہ تاریخ میں ان کا ایک واقعہ بھی مشہور ہے اور وہ یوں کہ ایک قصاب بکری کو ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا بھول گیا اور ذبیحہ کو بیچنے کے لئے دکان پر رکھ کر بیٹھ گیا حضرت عبداللہ بن عمر رض کو علم ہوا تو انہوں نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ دکان کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور جو کوئی گوشت خریدنے کے لئے آئے اس سے کہو ابن عمر رض کہتا ہے " اس بکری کے ذبح کے وقت چونکہ قصاب تکبیر پڑھنا بھول گیا اس لئے اس کا گوشت حرام ہے تم نہ خریدو۔

آپ نے ان سطور سے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب علماء کے جس اختلاف کی نشاندہی فرمانا چاہتے ہیں وہ اختلاف کبھی موجود نہیں رہا۔ اور سب علماء ہمیشہ اس پر متفق رہے کہ اگر کتابی عمداً ذبح کے وقت تکبیر نہ پڑھے تو اس کا ذبیحہ حرام ہے ہاں اگر مسلمان عمداً نہ پڑھے تو احناف کے نزدیک اس کا ذبیحہ حرام اور شوافع کے ہاں حلال ہے۔

ذبح کے وقت تکبیر کے غیر ضروری ہونے کے لئے ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ایک حدیث کو بطور سند لاتے ہیں جس کا مفہوم ڈاکٹر صاحب نے یہ بیان فرمایا ہے کہ چند لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا " ہمارے پاس "لوگ" گوشت لے کر آتے ہیں جس کے متعلق ہمیں علم نہیں ہوتا کہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ " تم گوشت پر اللہ کا نام لو اور کھا جاؤ "

اس حدیث کے بارے میں پہلی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اسے اپنی مفید مطلب تحریف کے ساتھ پیش کیا ہے کیونکہ حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ صحابہ رض کا یہ سوال عام لوگوں کے ہاں سے آئے ہوئے گوشت کے بارے میں نہ تھا بلکہ خاص طور پر نو مسلموں کے ہاں سے آئے ہوئے گوشت کے بارے میں تھا۔ لیکن اگر ڈاکٹر صاحب نو مسلموں کی صراحت فرما دیتے تو جنہیں ڈاکٹر صاحب اہل کتاب قرار دیتے ہیں اور جن کے عشق و ہمدردی میں ڈاکٹر صاحب کو فتاوےٰ کی خارزار وادی میں اترنا پڑا ان کے ہاں سے درآمد کئے ہوئے گوشت کی حلت ثابت نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب نے بات ہی کو سرے سے گول کر دیا اور حدیث میں سے صرف "لوگ" کا لفظ لے کر نو مسلموں کی صراحت کو چھوڑ دیا۔ اے کاش! ڈاکٹر صاحب اس بات کو سوچتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں کمی بیشی کا کتنا گناہ اور اس کی کتنی بڑی سزا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جس حدیث کا ادھورا ترجمہ دیا ہے یہ صحیح بخاری کی ہے اور اس کے صحیح الفاظ یہ ہیں:۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قالوا یا رسول اللہ انّ ھنا اقواماً حدیثٌ عھدھم بشرکٍ یاتوننا بلحمانٍ لا ندری أیذکرون اسم اللہ علیھا ام لا قال اذکروا انتم اسم اللہ وکلوا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہاں کچھ لوگ ہیں جو تازہ تازہ مسلمان ہوتے ہیں وہ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں جس کے متعلق ہمیں نہیں معلوم کہ آیا انہوں نے ذبح کے وقت اس پر تکبیر پڑھی تھی یا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس پر اللہ کا نام لو اور کھا لو۔

غور فرمائیے کہ حدیث میں اقواماً حدیثٌ عھدھم بشرکٍ یعنی نو مسلموں کی صراحت ہے لیکن عیسائیوں کی ہمدردی میں ڈاکٹر صاحب حدیث سے "اقواماً" کا ترجمہ "لوگ" تو کر دیتے ہیں لیکن حدیث عھدھم بشرکٍ کا ترجمہ چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس کے تذکرے سے عیسائیوں

کا ذبیحہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے حرام ہو جاتا ہے۔

اب اس حدیث پر ایک سرسری نگاہ ڈالئے پہلی ہی نظر میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ باسعادت میں یہ امر مسلّم تھا کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا ضروری ہے ورنہ صحابہ کو نومسلموں کے ہاں سے آئے ہوئے گوشت کے حلال ہونے میں شبہ کیوں ہوتا؟ جہاں سے آتا بلا تامّل کھا لیتے۔

اب آپ اس حدیث کے مفہوم پر ذرا غائر نگاہ کیجئے اور سوچئے کہ صحابہؓ کو نومسلموں کے ہاں سے آتے ہوئے گوشت کی حلّت میں شبہ کیوں ہوا؟ بظاہر تین وجوہ سمجھ میں آتے ہیں۔ (۱) ممکن ہے وہ جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیتے ہوں۔

۲۔ چونکہ غیر مسلم ہونے کی حالت میں وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لینے کے عادی نہیں تھے اس لئے بعید نہیں کہ اسلام لانے کے بعد بھی اللہ کا نام لینا بھول جاتے ہوں۔

۳۔ انہیں ابھی یہ معلوم ہی نہ ہو کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے

پہلی صورت کہ عمداً اللہ کا نام نہ لیتے ہوں بعید از قیاس ہے کیونکہ وہ مسلمان جو یہ جانتا ہو کہ اللہ کا نام لینے ہی سے ذبیحہ حلال ہوتا ہے وہ کیسے یہ جرأت کر سکتا ہے کہ جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لے۔

دوسری اور تیسری صورت کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا بھول جاتے ہوں یا ابھی تک انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ جانور کے حلال ہونے کے لئے اللہ کا نام لینا شرط ہے۔ تو ان دونوں صورتوں میں ذبیح کو سب حلال کہتے ہیں اور حدیث کا سیاق و سباق اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ صحابہؓ کو شبہ ان ہر دو وجوہ سے ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ایسا گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔

اس حدیث کا جو مطلب ہم نے بیان کیا ہے یہی اس کا مطلب ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ذبح کے وقت اگر اللہ کا نام نہیں لیا کھاتے وقت اللہ کا نام لے لیا جائے اور اس موقعہ پر اللہ کا نام لینا بھی تکبیر کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور ہم نے حدیث کا یہ مطلب اپنے پاس سے نہیں گھڑا، بلکہ صحابہؓ نے بھی حضورؐ کے ایسے ارشادات کا یہی مطلب سمجھا تھا۔ اور اسی کے موافق فتوے دیا کرتے تھے۔ مثلاً موطا امام مالکؒ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا "اگر کوئی شخص ذبح کے وقت تکبیر پڑھنا بھول جائے تو اس گوشت کے بارے میں کیا حکم ہے؟" حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا۔ یُسَمِّی اللّٰہَ وَیاْکل۔ (وہ اللہ کا نام لے اور کھا لے)۔ غور فرمائیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتوے کے الفاظ یسمی اللّٰہ و یاکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک اُذکروا انتم اسم اللّٰہ وکلو (تم اس پر اللہ کا نام لو اور کھا جاؤ) کی کیسی عکاسی کر رہے ہیں؟

سنن دارقطنی اور سنن بیہقی میں ایک حدیث ہے جس کے راوی بھی حضرت ابن عباسؓ ہی ہیں اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

المسلم یکفیہ اسمہ فان نسی ان یسمی حین یذبح فلیسم ولیذکر اسم اللّٰہ ثم لیاکل

ترجمہ: مسلمان کے لئے اس کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے اگر ذبح کے وقت جانور پر اللہ کا نام لینا بھول جائے تو بعد میں اللہ کا نام لے کر اسے کھا لے۔

ان روایات کی روشنی میں آپ نے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ حدیث عائشہؓ میں صحابہؓ نے نومسلموں کے ہاں سے آئے ہوئے گوشت کے بارے میں جو سوال کیا تھا وہ اسی شبہ کی بنا پر تھا کہ شاید وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا بھول جاتے ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ "تم اللہ کا نام لے کر کھا لو"۔ حضورؐ کا منشا، یہ تھا کہ تم تحقیق میں نہ پڑو کہ یہ مسلمان تو ہیں لیکن پھر بھی نہیں معلوم ذبح کے وقت انہوں نے تکبیر پڑھی تھی یا نہیں۔

حدیث عائشہؓ سے ہمیں اس بات کا درس ملتا ہے کہ ہم بلا وجہ اپنے آپ کو ہر ہر بات کی تحقیق میں نہ ڈالیں بلکہ جب کسی کام کو اس کے اہل کے سپرد کر دیا ہے تو اس پر اعتماد کرنا چاہئے کہ اس نے کام کو اس کے شرائط کے ساتھ انجام دیا ہوگا۔ فرض کیجئے کہ جس کسی قصاب سے ہم گوشت خریدتے ہیں اس سے دریافت کریں کہ اس جانور پر تکبیر پڑھی گئی تھی یا نہیں؟ وہ کہے کہ جناب میں نے خود ذبح نہیں کیا بلکہ قصاب خانے سے لایا ہوں، اب ہم قصاب خانے دوڑے دوڑے جائیں اور وہاں یہ دریافت کرتے پھریں کہ فلاں قصاب جو ذبیحہ یہاں سے لے کر گیا تھا اُسے کس نے ذبح کیا تھا اور اس پر اس نے تکبیر پڑھی تھی یا نہیں؟ یا فرض کیجئے کہ جس دھوبی کے ہاں سے ہمارے کپڑے دھل کر آتے ہیں اس کے پاس ہم ہر ہفتے پہنچ جائیں اور یہ تحقیق کریں کہ جس پانی میں تم نے ہمارے کپڑے دھوئے تھے اس کی مقدار شرعی پانی کی مقدار تھی یا کم تھی؟ تو بتائیے کہ اس تحقیق کے لئے ہمیں کتنی سیر دردی مول لینا پڑے اور اکثر حالتوں میں ہمیں اس تحقیق میں کامیابی بھی نہ ہو۔ چنانچہ ہم پر اسی مشقت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ اَبی و اُمّی نے ہمیں اس بات کا درس دیا کہ جو کام کسی ایسے مسلمان نے کیا جو اس کے اہل تھا تم اس پر بھروسہ کرو اور زیادہ تحقیق میں نہ پڑو۔ ذبح کرنے والے پر بھروسہ کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ مسلمان ہے اور ذبح کرنا جانتا ہے رہا یہ کہ اس نے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھی تھی یا نہیں یہ اس کا دین و ایمان ہے۔ ہم اس سے بھی توقع رکھتے ہیں کہ جب اسے معلوم ہے کہ جانور بغیر تکبیر کے حلال نہیں ہوتا تو اس نے عمداً تکبیر کو ترک نہیں کیا ہوگا ہمیں اس سے زیادہ تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں۔

خلاصہ بحث

۱۔ جس جانور کو مشین سے ذبح کیا جائے یا بجلی کے کرنٹ سے بے جان کر دیا جائے اس جانور کا گوشت حرام ہے۔

۲۔ اگر اہل کتاب بھی جان بوجھ کر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیں تو ان کا ذبیحہ بھی حرام ہوگا۔

۳۔ ذبح کے وقت تکبیر پڑھنا ضروری ہے۔ جس جانور پر جان بوجھ کر تکبیر نہ پڑھی جائے اس کا گوشت کھانا حرام ہے اس کا ذبح کرنے والا مسلمان ہو خواہ کتابی۔ اس کی بڑی دلیل سورۂ الانعام کی ایک سو اکیسویں آیت ہے جس کے پہلے حصّے میں ہمیں ایسے جانوروں کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے جن پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اور دوسرے حصّے میں ان لوگوں سے ہمیں ہوشیار رہنے کی تلقین کی گئی ہے جو شیاطین کے ایماء سے نئے نئے فتنے اٹھا کر ہم سے خواہ مخواہ کی کج بحثی کیا کریں۔ اور اسی آیت کے اخیر میں ہمیں متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر ہم ایسے لوگوں کی بات مان لیں گے تو کافر و مشرک ہو جائیں گے۔

وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ لَفِسْقٌ ط وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِہِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ ج وَاِنْ اَطَعْتُمُوْہُمْ

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

(مولانا عاشق الٰہی)

(۵)

پردہ کا اہتمام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پردہ کا اس قدر اہتمام فرماتی تھیں کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد بھی ان سے پردہ کرنے کا دھیان تھا۔ جس حجرہ میں وہ رہتی تھیں پہلے اس میں آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مدفون ہوئے پھر آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کئے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ جب تک اس میں عمرؓ دفن نہ ہوئے تھے تو میں اپنے حجرہ میں یہ سمجھ کر کہ اس میں میرے شوہر اور میرے باپ ہیں اُن کپڑوں کو چھوڑ کر داخل ہو جاتی تھی۔ جو نامحرم سے پردہ کرنے کے لئے اوڑھے جاتے ہیں۔ پھر جب اس میں عمرؓ دفن ہوئے تو خدا کی قسم عمرؓ سے حیا کرنے کے باعث اپنے کپڑوں سے خوب اچھی طرح جسم کو لپیٹ کر داخل ہوتی تھی۔

احکام اسلامیہ کو بلا چون وچرا ماننا

دیگر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اسلام کے احکام کے بارے میں چون و چرا کو بالکل روا نہیں رکھتی تھیں ان کی مشہور شاگرد حضرت معاذہ عدویہ نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ کیا بات ہے حیض کے زمانے کی نماز نہیں پڑھی جاتی لیکن رمضان شریف کے روزے بعد میں رکھے جاتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اس کے جواب میں فرمایا کیا تو بھی نیچری ہوگئی ہے۔ جو اسلام کو اپنی سمجھ کے تابع کرنا چاہتی ہے اور اسلام کے حکم کو بغیر سمجھے ماننے کو پسند نہیں کرتی حضرت معاذہ نے عرض کیا کہ میں نیچری تو نہیں ہوں یوں ہی سوال کر رہی ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کو حیض آتا تھا اور روزہ کی قضا رکھنے کا حکم ہوتا تھا اور نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

مشورہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ بڑی صاحب فہم و فراست تھیں۔ اچھے اچھے سمجھ دار اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر کو مال لے جاکر تجارت کرتا تھا۔ ایک ایک مرتبہ میں تجارت کے ارادہ سے عراق کو اپنا مال لے گیا واپس آکر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ سنایا کہ میں پہلے تجارت کے لئے اپنا مال شام لے جایا کرتا تھا اس مرتبہ عراق کو لے گیا اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیوں بلا وجہ اپنی سابقہ تجارت گاہ کو چھوڑتے ہو ایسا مت کرو۔ کیونکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ تمہارے لئے کسی ذریعہ سے رزق کے اسباب پیدا فرما دیوے تو جب تک خود ہی وہ سبب کسی وجہ سے نہ بدل جاوے یا نفع کے علاوہ دوسرا رُخ اختیار نہ کرلیوے تو اس کو نہ چھوڑے۔

زہد و فقر اور گھر کے احوال

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الزاہدین تھے پیٹ بھرنے اور مزے دار چیزوں کے کھانے پینے اور سامان جمع کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ کہ اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ مگر قصہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی قامت کا یہ عالم تھا۔ کہ اس کی کمر کعبہ تک پہنچ رہی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو سلام فرمایا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو تو عام بندوں کی طرح نبی بن کر رہو اور اگر چاہو تو نبی اور بادشاہ بن کر رہو میں نے اس بارے میں جبرئیل علیہ السلام کی طرف مشورہ لینے کے طور پر دیکھا تو انہوں نے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کرو۔ لہٰذا میں نے جواب دیا کہ نبی ہوتے ہوئے عام بندوں کی طرح رہنا چاہتا ہوں۔ اس کو روایت کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ اسی کے بعد سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکیہ لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں۔ جیسے غلام بیٹھتا ہے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر رضا اختیاری تھا اور گو آپ اپنی ازواج مطہراتؓ کے لئے ایک سال کے خرچ کا انتظام فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن آپ کی صحبت کے اثر سے آپ کی ازواج مطہراتؓ اس کو خیرات کر دیتی تھیں۔

حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا۔ پھر کھانا منگا کر فرمایا۔ کہ اگر میں پیٹ بھر کر کھا لوں اور اس کے بعد رونا چاہوں تو رو سکتی ہوں۔ میں نے سوال کیا کیوں؟ فرمایا کہ میں اُس حال کو یاد کرتی ہوں جس حال میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ کی قسم کسی روز بھی دو مرتبہ آپ نے گوشت اور روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح

باقی صفحہ ۱۶ پر

اِقتباسات از خطبۂ صدارت منعقدہ ڈھاکہ،

دس فروری ۱۹۴۹ء مع چند ترمیمات

مسلمانوں پر عالمگیر مصائب اور ان کا علاج

(از شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

مرسلہ۔ ایم عبدالرحمٰن لدھیانوی شیخوپورہ۔

آج ہم مسلمان ہر جگہ طاغوتی قوتوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ فلسطین میں صیہونیوں کی فتنہ سامانیاں حشر برپا کر رہی ہیں۔ وہ مقدس سرزمین آج دُنیا کی سب سے بڑی سرمایہ پرست اور سرمایہ داری کی سب سے بڑی مخالف سلطنتوں کے نرغہ میں ہے۔

کشمیر میں بھارتی غنڈوں اور گوریلوں کی چیرہ دستیاں مظلوم کشمیریوں کو بڑی طرح دبائے ہوئے ہیں۔

حیدرآباد کی قدیم مملکت کا بڑی بے رحمی سے گلا گھونٹ دیا گیا ہے۔ بھارت کے مسلمان باشندے ہر وقت خوف و ہراس کے سکرات میں مبتلا ہیں۔ پاکستانی مسلمان صلح و جنگ کے پیش نظر بیم و رجا کی کشمکش میں معلق ہیں۔ پہلے کئی بار عرض کر چکا ہوں۔ کہ فلسطین ہمارا جزو ایمان، کشمیر ہماری رگِ جان، اور حیدرآباد ہمارے قدیم عز و وقار کا نشان ہے۔

مگر آہ! کہ وہ نشان بھارتی عیّارانہ سازشوں کی بدولت آج سرنگوں ہو چکا ہے اس بیسویں صدی میں ابن العلقمی اور جعفر و صادق کے جانشینوں نے پھر ایک دفعہ تاریخ دُہرائی، سینکڑوں برس کی اسلامی مملکت کو بغیر لڑے بھڑے چار دن میں کفار کے حوالے کر دیا اور اس طرح ملت دین اور وطن کے سامنے ایک نئی مصیبت کا پہاڑ کھڑا ہو گیا

یہ سب کچھ ہے۔ تاہم ان میں سے کسی مسئلہ کی اہمیت کو اب بھی ہم نظرانداز نہیں کر سکتے۔ نہ اُن لاکھوں مردوں، عورتوں اور بچوں کو بھی اپنے دل سے بھُلا سکتے ہیں جنھوں نے اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنی آبروئیں اسلام اور پاکستان پر نچھاور کی ہیں اُدھر ہمارے ملک میں ہنوز ففتھ کالم کی بھی کمی نہیں جس کی دجّالانہ فریب کاریاں بہت سے مخلصین کو مغالطوں میں پھنسا دیتی ہیں ان تمام مشکلات سے نپٹنے کے لئے ہم اور سارا عالم اسلامی مختلف قسم کی تدابیر پر غور کر رہا ہے ہر ذی رائے مسلمان اپنی اپنی جگہ الگ الگ نقطۂ نظر سے سوچتا ہے اور تجویزیں تیار کرتا ہے لیکن صد افسوس کہ مسلم ہونے کی حیثیت سے یہ توفیق بہت ہی کم ملتی ہے۔ کہ قرآن کریم سے اپنی مشکلات کا کوئی حل معلوم کریں۔ ہماری نگاہیں کبھی برطانیہ کبھی امریکہ اور کبھی رُوس کی طرف اُٹھتی ہیں اگر نہیں اُٹھتیں تو اس نُورِ مبین کی طرف جو ہماری دائمی رہنمائی کے لئے رب العرش العظیم کی طرف سے مرحمت ہوا تھا۔

مسلمانوں کی فتح و شکست کا اصلی معیار

(قرآنی تصریحات سے)

بلاشبہ میں مانتا ہوں کہ ہم کو اپنی استطاعت و امکان کی آخری حد تک اُن مادی ذرائع و وسائل کی فراہمی میں کمی اور سُستی نہیں کرنی چاہئے۔ جن سے ہم دشمنوں کے حوصلے پست کر سکیں اور اُن پر اپنی دھاک بٹھا سکیں کیونکہ یہ چیز خود قرآن کے صریح حکم وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ پ۱۰ ع۴

ترجمہ۔ (اور تیاری کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکتے ہو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے تاکہ اس سے اللہ کے اور تمہارے دشمنوں پر دھاک پڑے) کے ذیل میں شامل ہے لیکن یہ صرف اتنی ہی تیاری ہمارے لئے کافی نہیں۔

۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد جو کمیشن فتح و شکست کے اسباب کی تحقیقات کرنے کے لئے بیٹھا تھا۔ اُس نے اپنی تحقیق و تدقیق کے نتیجہ کے طور پر اس مادّیت میں ڈوبی ہوئی دُنیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ:-

آج بھی کوئی جنگ محض بڑے بڑے مُہیب اور ہلاکت بار اسلحہ سے نہیں جیتی جا سکتی۔ فتح و کامیابی کا اصل مدار فوجوں کے بلند حوصلہ، مضبوط کیریکٹر اور ڈسپلن پر ہے۔ اب ذرا دوسری طرف غور کیجئے کہ عہد رسالت کی پوری تاریخ جہاد میں صرف دو موقع ایسے پیش آئے ہیں۔ جنہیں ہزیمت تو نہیں کہا جا سکتا، ہاں ایک قسم کی وقتی ابتری اور اختلال کہہ سکتے ہیں۔ ایک غزوہ اُحد، دوسرا غزوہ حنین۔

ان دونوں واقعات کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ لیکن کہیں ایک جگہ بھی حق تعالےٰ نے اس ہنگامی پسپائی یا ابتری کا سبب نہ تو مجاہدین کی قلت تعداد کو قرار دیا نہ میگزین یا رسد یا دوسرے سامان کی کمی کو، ہاں اُحد کے قصہ میں تو یہ فرمایا۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ پ۴ ع۷

ترجمہ۔ یعنی تم نے بُزدلی دکھائی اور جو حکم ملا تھا اس کے متعلق آپس میں جھگڑ پڑے (یہ نا اتفاقی ہوئی) اور جو چیز تم پسند کرتے تھے۔ جب خدا نے تمہاری آنکھوں کے سامنے کر دی تو نافرمانی کرنے لگے اُس وقت کوئی تم میں سے دنیا کا طالب تھا اور کوئی آخرت کا'

اور حُنین کے بارہ میں یُوں ارشاد ہُوا۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ پ۱۰ ع۱۰ (یعنی حُنین کا قصہ یاد کرو جب کہ تم اپنی کثرت تعداد پر اترانے لگے پھر وہ کثرت تمہارا کچھ بھی کام نہ بنا سکی اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے)

ان آیات میں بار بار غور کیجئے کیا یہ اسی حقیقت کی طرف رہنمائی نہیں جسے تم کیریکٹر کی درستی اور ڈسپلن کی مضبوطی کے ناتمام الفاظ سے ادا کر رہے ہو۔ یاد رکھئے کیریکٹر اور ڈسپلن کی کامل ترین

مضبوطی اور پختگی جس راستہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اُسی پر قرآن کریم نے بکرات ومرات نہایت شدومد کے ساتھ متنبہ کیا ہے اور وہ راستہ صبر و تقویٰ کا ہے۔ مگر افسوس، ہم نے اس قدر ٹھوکریں کھانے کے بعد بھی اُدھر توجہ نہ کی اور اللہ کی تعلیم کو ملّا کی تعلیم کہہ کر سرکشی کرتے رہے۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کثرت تعداد اور فراوانی وسائل کے لحاظ سے ہمارے اعداہم پر فائق ہیں۔ اور سردست ہم اس قدر استطاعت بھی نہیں رکھتے کہ اپنی مدافعانہ طاقت کو اپنے دشمن کے معیار تک پہنچا دیں۔ اب اگر قلت تعداد واسباب کے باوجود ہمارے لئے فتح و کامرانی کی صورت ہے اور انشاء اللہ یقیناً ہے (جیسا کہ موجودہ سترہ روز کی جنگ سے اللہ کے فضل سے ثابت ہوگیا) تو اس کا مدار صرف قادر مطلق کی نصرت پر ہے اور یہ نصرت وامداد مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔

اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۔ پ ۴ ع ۳

ترجمہ۔ اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کروگے تو اُن کا فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔ پ ۴ ع ۱۰

ترجمہ۔ یقیناً تمہاری آزمائش ہوگی مالوں میں اور جانوں میں، اور البتہ تم سنوگے اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بہت بدگوئی اور تکلیف دہ باتیں، اور اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرلو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

صبر و تقویٰ ہی وہ چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر آسمان سے فرشتوں کی مدد پہنچتی ہے۔

بَلٰٓى ۙاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۔ پ ۴ ع ۴

ترجمہ۔ بے شک اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو اور دشمن کو فوراً کمک پہنچ جائے تو اللہ پانچ ہزار فرشتوں سے تمہیں کمک پہنچائے گا۔

قید و بند کے سارے شدائد برداشت کرنے کے بعد حضرت یوسفؑ خزائن ارض پر قابض و متصرف ہوتے ہیں۔ تو اس کا سبب حضرت یوسفؑ ہی کے الفاظ میں یہ بتایا جاتا ہے۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ پ ع ۴

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا، بلاشبہ جو شخص تقویٰ اور صبر اختیار کرے تو اللہ بھلائی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کی ساری دھمکیوں کے جواب میں اپنی قوم سے فرمایا۔ اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ پ ۹ ع ۵

ترجمہ۔ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنائے اور بہتر انجام تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے ہے۔

غرضیکہ جس چیز کا قرآن پاک نے صاف صاف اور بار بار اعلان کیا اور تاریخ اسلام صدیوں سے اس کا مشاہدہ کراتی رہی۔ اس پر عمل پیرا ہونے میں تغافل و تساہل برتنا ہمارے لئے سخت مجرمانہ فعل ہوگا اسے اختیار کئے بغیر ہمارے لئے فوز و فلاح کی راہ کھلنی محال ہے۔ اس حقیقت کو ہم جس قدر جلد سمجھ لیں اتنا ہی بہتر ہے۔

آج فلسطین، کشمیر، حیدرآباد، بھارت اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کی جان جس عذاب میں ہے اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم اُسی مالک الملک کے بتلائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہوجائیں۔ جس کی شان یہ ہے۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۔ پ ۳ ع ۱۱

ترجمہ۔ تو سلطنت دے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لے جس سے چاہے اور عزت دے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے۔

نہ بین الاقوامی انجمنوں کے کمیشن ہماری مسیحائی کرسکتے ہیں۔ نہ محض اُن قوموں کے معاہدات موجب اطمینان ہوسکتے ہیں جنہیں معاہدہ کی سیاہی خشک ہونے سے پہلے ہی اُسے پارہ پارہ کرنے میں باک نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کے فوز و فلاح کا راز چار لفظوں میں

میرے نزدیک تو ہمارے سارے فوز و فلاح کا راز ان چار لفظوں میں مضمر ہے۔

(۱) صبر و استقامت (۲) تقویٰ و طہارت (۳) اتحاد ملت (۴) اعداد قوت حسب استطاعت

جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں حق سبحانہ وتعالیٰ سے اپنا تعلق صحیح رکھا جائے تاکہ اُس کی امداد و نصرت کے مستحق ہوسکیں۔ اس راہ میں بڑی سے بڑی سختیوں کو صبر و استقلال کے ساتھ کوہِ استقامت بن کر برداشت کیا جائے اور ساری ملتِ اسلامیہ متحد و یکجان ہوکر اپنی قدرت کی آخری حد تک وہ قوت فراہم کرے جس سے ابلیسی لشکروں کے حوصلے پست ہوجائیں۔

حق تعالیٰ نے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ پ ع ۴

ترجمہ۔ اے نبی تجھ کو اللہ کافی ہے اور جتنے تیرے ساتھ مسلمان ہیں۔

اور فرمایا۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ پ

ترجمہ۔ اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط پکڑو، اور پھوٹ نہ ڈالو

حکومت پاکستان کے بنیادی اصول

ظاہر ہے کہ اس چیز کی تکمیل و انصرام اس بات پر موقوف ہے۔ کہ ہماری سب سے بڑی اسلامی مملکت پہلے اپنے قیام کی اصلی غرض و غایت اور بنیادی اصول کو سمجھ لے جو ہمارے نزدیک حسب ذیل ہونے چاہئیں۔

(۱) بلاتفریق مذہب و ملت و نسل وغیرہ تمام باشندگان پاکستان کے لئے امن و انصاف قائم کرنا اور دوسری اقوام کو بھی اس مقصد کی طرف دعوت دینا۔

(باقی ص۱۶ پر)

مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

حضرت آدم علیہ السلام

(۹)

۹۔ حضرت آدمؑ کے واقعہ میں "ملک" (فرشتہ) اور "جن" کا ذکر بھی آیا ہے یہ دونوں خدائے تعالیٰ کی مستقل مخلوق ہیں یا صرف دو قوتوں کا نام ہے جو قوتِ ملکوتی اور قوتِ شیطانی سے موسوم ہیں؟

فرشتہ

قرآنِ عزیز اور احادیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ ہم کو بتایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم "فرشتہ" کی نہ حقیقتِ تخلیقی سے واقف کئے گئے ہیں اور نہ وہ ہم کو نظر آتے ہیں البتہ ہمارے لئے یہ یقین و اعتقاد ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ہم ان کے وجود کو تسلیم کریں اور ان کو مستقل مخلوق یقین کریں۔ اس لئے کہ قرآنِ عزیز اور احادیث صحیح نے ان میں سے بعض کے ناموں کی تصریح کی ہے اور جنس ملائکہ کی جن صفات کا تذکرہ فرمایا ہے وہ ان کے ایک مستقل مخلوق ہونے کی صراحت کرتی ہیں۔ ذیل کی آیات ان ہی حقائق کو واضح کرتی ہیں:-

قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزّل علیٰ قلبک باذن اللہ (بقرہ)

ترجمہ: تو کہہ دے جو کوئی دشمن ہو جبریل کا، سو اس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے۔

من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکٰفرین۔

ترجمہ: جو کوئی دشمن ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا۔

ینزّل الملئکۃ بالرّوح من امرہٖ علیٰ من یشاء من عبادہٖ (النحل)

ترجمہ: وہ اتارتا ہے فرشتوں کو بھید دے کر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے۔

الحمد للہ فاطر السمٰوٰت والارض جاعل الملئکۃ رسلاً اولی اجنحۃٍ مثنیٰ وثلٰث وربٰعؕ یزید فی الخلق ما یشاء ان اللہ علیٰ کلّ شیءٍ قدیرہ (فاطر)

ترجمہ: سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین، جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو پیغام لانے والا، جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔ بڑھا دیتا ہے وہ پیدائش میں وہ جو چاہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔

تعرج الملئکۃ والروح الیہ (المعارج)

ترجمہ: پیش ہوں گے فرشتے اور روحیں اس کے آگے۔

والملک علیٰ ارجائھا ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانیۃ (الحاقہ)

ترجمہ: اور فرشتے ہوں گے (قیامت کے دن) اس (آسمان) کے کناروں پر اور اٹھائیں گے عرش تیرے رب کا اپنے اوپر اس دن آٹھ (فرشتے)

واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا (البقرہ)

ترجمہ: اور جب کہا تیرے پروردگار نے فرشتوں سے میں بنانے والا ہوں زمین میں خلیفہ تو انہوں نے کہا تو اس میں ایسے کو بنائے گا جو اس زمین میں فساد پھیلائے گا۔

ان آیات کو غور سے پڑھنے کے بعد خود انصاف کیجئے کہ جن ملحدوں نے فرشتوں کے مستقل مخلوق ہونے سے انکار کیا ہے ان کی باطل تاویلات اور قرآن عزیز میں معنوی تحریفات کس حد تک قابل قبول بلکہ قابل ذکر ہیں؟

قرآن عزیز میں ملک اور ملائکہ کا ذکر ۸۹ آیات میں ۸۸ مرتبہ آیا ہے۔ نیز احادیث صحیحہ اور قدیم آسمانی کتابوں تورات، زبور، انجیل وغیرہ میں بھی فرشتوں کا تذکرہ موجود ہے اور ان کو مستقل مخلوق ہی بتایا گیا ہے خصوصاً بخاری اور مسلم کی روایات میں بکثرت اس کی شہادتیں موجود ہیں۔

جن

اسی طرح جن بھی خدائے تعالیٰ کی مستقل مخلوق ہے جس کی حقیقتِ تخلیق سے ہم پوری طرح آگاہ نہیں ہیں اور نہ عام انسانی آبادی کی طرح وہ ہم کو نظر آتے ہیں۔ لیکن قرآنِ عزیز نے جو تصریحات اس مخلوق کے متعلق کی ہیں وہ ہمارے لئے ضروری قرار دیتی ہیں کہ ہم یہ اعتقاد اور یقین رکھیں کہ وہ بھی انسان کی طرح مستقل مخلوق ہیں اور اسی کی طرح مکلف بھی، ان میں توالد و تناسل کا بھی سلسلہ ہے اور ان میں نیک و بد بھی ہیں۔

قرآنِ عزیز کی یہ آیات ان ہی حقائق کو واضح اور ظاہر کرتی ہیں:-

وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون ہ (الذاریات)

ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو مگر تاکہ وہ عبادت گذار ہوں۔

قل اوحی الیّ انہ استمع نفرٌ من الجنّ فقالوا انّا سمعنا قراٰناً عجباً یھدی الی الرشد فاٰمنّا بہ ولن نشرک بربّنا احدًا (جن)

ترجمہ: اور اے پیغمبر! سب لوگوں کو جتا دو کہ میرے پاس خدا کی طرف سے اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند شخصوں نے مجھے قرآن پڑھتے سنا اور سنتے پیچھے اپنے لوگوں سے جا کر کہا کہ ہم نے عجیب طرح کا قرآن سنا جو نیک راہ دکھاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم تو کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

وانّا منا المسلمون ومنا القاسطون (جن)

ترجمہ: اور بلاشبہ کچھ ہم میں سے فرمانبردار ہیں اور کچھ بے انصاف۔

انہ یراکم ھو و قبیلہ من
حیث لا ترونھم (الاعراف)

ترجمہ: بے شک وہ (شیطان) اور اس کی ذریات تم کو ادھر سے دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔

وکان من الجن ففسق عن
امر ربہ (البقرہ)

ترجمہ: اور تھا (ابلیس) جنات میں سے پس نافرمانی کی اس نے اپنے رب کی۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بھی "جن" ہی کی نسل میں سے ہے اور ابلیس (شیطان) نے خدائے تعالیٰ کے سامنے یہ اقرار کیا کہ اس کی تخلیق نار (آگ) سے ہوئی ہے۔

مسطورۂ بالا آیات کے علاوہ لفظ جن، جان اور جنہ بتیس مرتبہ قرآن حکیم کی اکتیس آیات میں مذکور ہوئے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن عزیز اور نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ اطلاع دی ہے کہ "ملائکہ" اور "جن" اگرچہ ہماری ان نگاہوں سے پوشیدہ ہیں لیکن بلاشبہ وہ مستقل مخلوق ہیں اور حقیقت ہے کہ مشاہدہ میں تو غلطی کا امکان بھی ہے اور بارہا ہوتا رہتا ہے لیکن "وحی الٰہی" اور "نبی معصوم" کی اطلاع میں غلطی کی مطلق گنجائش نہیں۔ لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ وہ خدا کی مستقل مخلوق ہیں۔ اس کے علاوہ عقلی اعتبار سے بھی ان کا مستقل مخلوق ہونا ناممکن نہیں ہے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ میں ہے۔

پس جو چیز عقل کے نزدیک ناممکن نہ ہو اور نقل یعنی "وحی الٰہی" اس کا یقین دلاتی ہو تو اس کا انکار "علم" اور "حقیقت" کا انکار ہے اور تنگ نظری اور ہٹ دھرمی کی زندہ مثال۔

رہا یہ امر کہ وہ ہمارے مشاہدات و محسوسات سے باہر ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے تو یہ بھی انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی اس لئے کہ آج کی دوربینوں اور سائنس کے آلات سے پہلے ہزاروں برس تک ہم کو وہ بہت سی اشیاء نہ محسوس ہوتی تھیں اور نہ آنکھیں ان کو دیکھ سکتی تھیں جن کا وجود اس وقت بھی موجود تھا مگر آج وہ نظر بھی آتی ہیں اور محسوس بھی ہوتی ہیں تو کیا ہزاروں سال پہلے جن لوگوں نے ان کے وجود کا انکار کیا وہ حقیقی علم پر مبنی تھا یا کوتاہی علم اور ذرائع معلومات و تحقیقات سے ناواقفیت کا نتیجہ۔ اسی طرح ہم آج بھی بجلی، مقناطیس اور روشنی کی صحیح حقیقت سے ناآشنا ہیں اور ان کو صرف ان کے آثار و علامات ہی سے پہچانتے ہیں۔

اسی طرح مادیین اور ملاحدہ کا انکار کسی علم اور یقین پر مبنی نہیں ہے بلکہ محسوسات و مشاہدات میں نہ آنے کی بناء پر "عدم علم" کی وجہ سے ہے جو کسی طرح عدم وجود کی دلیل نہیں بن سکتا۔ نیز علم دو ہی طرح حاصل ہو سکتا ہے ایک علوم و فنون کے ذریعہ جو کسب و اکتساب کا محتاج ہے اور دوسرے موہبت اور عطیہ الٰہی کی راہ سے اور اس کا سب سے بلند درجہ وحی الٰہی ہے۔ پس اگر کوئی شے علوم و فنون کی راہ سے ہم نہ معلوم کر سکیں مگر عقل اس کے وجود کو ناممکن نہ سمجھتی ہو اور "وحی الٰہی" اس کے وجود کا اعلان کرتی ہے تو ہر ذی ہوش اور ذی عقل کا فرض ہے کہ وہ علوم و فنون کی درماندگی کے اعتراف کے ساتھ اس کو تسلیم کرے۔ البتہ اگر اس کو اس اطلاع کے وحی الٰہی ہونے ہی میں انکار ہو یا وہ سرتا سر وحی الٰہی کا ہی منکر ہو تو اب اس کے لئے اس اطلاع پر ایمان لانے سے قبل ان دلائل کا مطالعہ ضروری ہے جو اس سلسلہ میں قرآن عزیز نے بیان کئے ہیں اور جن میں بتایا گیا ہے کہ وہ بلاشبہ کلام اللہ اور وحی الٰہی ہے۔

قصۂ آدمؑ میں چند اہم عبرتیں

یوں تو حضرت آدمؑ کے واقعہ میں بے شمار نصائح، عبرتیں اور مسائل کا ذخیرہ موجود ہے اور ان کا احاطہ اس مقام پر ناممکن ہے۔ تاہم چند اہم عبرتوں کی جانب اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے بھید بے شمار اور ان گنت ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی ہستی بھی خواہ وہ کتنی ہی مقربین بارگاہِ الٰہی میں سے کیوں نہ ہو ان تمام بھیدوں پر واقف ہو جائے۔ اسی لئے ملائکہ اللہ انتائی مقرب ہونے کے باوجود خلافت آدمؑ کی حکمت سے آشنا نہ ہو سکے۔ اور جب تک معاملہ کی پوری حقیقت سامنے نہ آ گئی وہ حیرت ہی میں غرق رہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت و توجہ اگر کسی حقیر شے کی جانب بھی ہو جائے تو وہ بڑے سے بڑے مرتبہ اور جلیل القدر منصب پر فائز ہو سکتی اور خلعت شرف و مجد سے نوازی جا سکتی ہے۔

ایک مشت خاک کو دیکھئے اور پھر "خلیفۃ اللہ" کے منصب پر نظر ڈالئے اور پھر اس کے منصب نبوت و رسالت کو ملاحظہ فرمائیے۔ مگر اس کی توجہ کا فیضان بخت و اتفاق سے یا خالی از حکمت نہیں ہوتا بلکہ اس شے کی استعداد کے مناسب بے نظیر حکمتوں اور مصلحتوں کے نظام سے منظم ہوتا ہے۔

۳۔ انسان کو اگرچہ ہمہ قسم کا شرف عطا ہوا اور ہر طرح کی جلالت و بزرگی نصیب ہوئی تاہم اس کی خلقی اور طبعی کمزوری اپنی جگہ اسی طرح قائم رہی اور بشریت و انسانیت کا وہ نقص پھر بھی باقی رہا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت آدمؑ پر بایں جلالت قدر و منصب عظیم نسیان طاری کر دیا، اور وہ ابلیس کے وسوسہ سے متاثر ہو گئے۔

۴۔ خطاکار ہونے کے باوجود اگر انسان کا دل ندامت و توبہ کی طرف مائل ہو تو اس کے لئے باب رحمت بند نہیں ہے اور اس درگاہ تک رسائی میں ناامیدی کی تاریک گھاٹی نہیں پڑتی البتہ خلوص اور صداقت شرط ہے اور جس طرح حضرت آدم (علیہ السلام) کے نسیان و لغزش کا عفو اسی دامن سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی تمام نسل کے لئے بھی عفو و رحمت عام کا دامن وسیع ہے۔

قل یعبادی الذین اسرفوا
علی انفسھم لا تقنطوا من

باقی ص ۱۶ پر

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۶ر فروری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

سورت الانفال پ ۹ ع

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

میرے محترم بھائیو اور بزرگو! الحمد للہ آج پھر ہم چند بھائی اللہ کی بات سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ آج کل دنیا میں ہر ایک مسلمان تقریباً اس فکر میں ہے، اس سوچ و بچار میں ہے کہ مسلمانوں کی پہلی جو حالت تھی۔ وہ پھر کیوں نہیں لوٹ کر آتی؟ وہ عروج جو مسلمانوں کو قرن اول میں حاصل تھا، وہ اب کیوں نہیں حاصل ہوتا؟ میرے بھائیو! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا آج سے چودہ سو سال پہلے لَنْ یُّصْلِحَ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا صَلَحَ اَوَّلَهَا (او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرماتے ہیں۔ کہ میری اس امت کے پچھلے دور کی اصلاح وہی دستور حیات کرے گا جس دستور حیات نے میری امت کے پہلے دور کی اصلاح کی تو پہلے دور کی اصلاح کس چیز سے ہوئی تھی؟ قرآن مجید سے۔ آج میرے بزرگو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ ایسی محفلوں کا اہتمام آپ تقریباً دو تین سال سے فرما رہے ہیں، اگر اس طرح مختلف جگہوں پر درس قرآن کی محافل قائم کی جائیں جن میں اللہ تعالیٰ کی بات خلوص کے ساتھ کہی جائے، خلوص کے ساتھ سنی جائے، تو امید ہے کہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسی ایک انقلابی طاقت پیدا ہو جائے گی کہ ہم قرآن مجید پر عمل کرنے لگ جائیں گے۔ اور جب ہم نے قرآن پر عمل کیا۔ تو پھر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہماری گم شدہ متاع جو ایمانی قوت اور اس کا عروج تھا وہ اللہ تعالیٰ ہمیں پھر نصیب فرما دیں گے۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی ایسی محفلیں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ قرآن سمجھنے کی اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرمائے۔

آج جو سورت شروع کی گئی ہے اس کا نام ہے سورت الانفال۔ یہ مدنیہ ہے۔ مدینہ منورہ میں ہجرت سے بعد نازل ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ پہلی سورت۔ سورت الاعراف۔ ختم ہو چکی ہے اس میں اللہ تعالیٰ عز اسمہٗ نے ارشاد فرمایا تھا اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ یقین والی قوم کے لئے اور میرے بھائیو یقین ہی تو سب سے بڑی چیز ہے۔ کسی بات کے متعلق اگر ہم میں یقین پیدا ہو جائے تو ہم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس کی طرف قدم اٹھاتے ہیں۔

تو اس سورت الانفال میں رب العالمین نے اس ہدایت اور رحمت کی ایک مثال بیان فرمائی۔ جنگ بدر مسلمانوں کی وہ پہلی جنگ ہے جس کو قرآن مجید نے یَوْمَ الْفُرْقَانِ کے ساتھ بھی تعبیر فرمایا ایک امتیازی جنگ، ایک امتیازی لڑائی، حق اور باطل کے درمیان امتیازی معرکہ جس نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ اسلام دین حق ہے۔ اور دین صداقت ہے جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کو بڑی کافی فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۳۱۳ کی مختصر تعداد نے اپنے سے کئی گنا تعداد پر تسلط حاصل کیا۔ غلبہ حاصل کیا، فتح نصیب ہوئی اور بڑا کافی مال غنیمت بھی ملا ستر مشرکین مارے گئے جن میں چوٹی کے کافر اور مشرکین تھے اس وقت یہ بہت بڑی کامیابی اور فتح تھی بے سروسامانی کی حالت میں۔ چونکہ یہ پہلا واقعہ تھا اسلام میں فتوحات مادیہ کا، اس لئے مسلمانوں میں اس چیز کے متعلق یہ بات پیدا ہوئی کہ آیا ہمارے لئے یہ مال غنیمت درست ہے یا نادرست ہم لے سکتے ہیں یا نہیں لے سکتے کیونکہ پہلی امتوں میں جب کبھی کسی نبیؑ نے کافروں کے ساتھ جہاد کیا تو مال غنیمت حاصل ہوا میدان میں، اس کو وہیں چھوڑ دیتے تھے۔ آسمان سے ایک آگ آکر اس مال غنیمت کو اٹھا لے جاتی تھی، جلا دیتی تھی، اٹھا کر لے جاتی تھی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو، حضورؐ کی امت کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ نوازا ہے۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ آپ فرماتے ہیں میرے لئے اور میری امت کے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہم اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ہم نے زبور میں بھی یہ بات لکھ دی ہے کہ میری اس زمین کے وارث عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (میرے صالح بندے) ہونگے۔ زبور اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا۔ چونکہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبی بھی تھے۔ اور بادشاہ بھی تھے اس لئے جہاں تک میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے زبور میں اس بات کا اعادہ فرمایا، اس بات کا ذکر فرمایا کہ اے دنیا والو! تم سن لو۔ اَنَّ الْاَرْضَ زمین کے صحیح مالک و وارث

کا معنی صحیح مالک، زمین کا صحیح وارث، صحیح مالک، جس کے لئے میری زمین کو اپنے تسلّط میں رکھنا اور اُس سے فائدہ اٹھانا میری طرف سے اُس کو اختیار دیا جائیگا وہ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ ہونگے تو اُن عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ کی نشاندہی اسلام میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مال غنیمت کو اس لئے حلال فرمادیا کہ یہ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ کا مصداق ہیں، پہلی اُنہیں زمین کے وارث نہ تھے بلکہ زمین کے وارث مسلمان ہیں۔ اور میں ایک اور نکتہ بھی عرض کردوں چھوٹا سا میرے بزرگو! وارث اُسی کو کہتے ہیں۔ جو کسی کے چلے جانے کے بعد اُس کی چیز کا مالک ہو۔ تو چونکہ مسلمان سب سے آخری امت ہیں، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ ہمارا دستورِ حیات "قرآن" مجید سب سے آخری کتاب ہے۔ تو جب ہم سب سے آخری ہیں اور سب سے کامل دین ہمارا ہے تو اس اعتبار سے جو جو باتیں پہلوں کے لئے درست نہ تھیں اور جو جو چیزیں اُنہوں نے اچھی چھوڑی ہیں، اُن کے وارث مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قرار دے دیا۔ اس لئے مال غنیمت مسلمانوں کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ ص۱۲ سے آگے

(ب) جملہ مُعاہدات کا احترام کرنا جو کسی دوسری قوم یا مملکت سے کئے گئے ہوں۔

(ج) اللہ تعالیٰ کو سارے ملک کا مالک اصلی اور حاکم حقیقی مانتے ہوئے اس کے نائب کی حیثیت سے اُسی کی مقرر کردہ حدود کے اندر پوری مسئولیت کے خیال کے ساتھ حکومت کا سب کاروبار چلانا۔

(د) غیر مسلم باشندگان پاکستان کے لئے جان ومال اور مذہب کی آزادی اور شہری حقوق کے تحفظ کے ساتھ مذہب اسلام کی حفاظت و تقویت کا بندوبست کرتے ہوئے مسلم قوم کو اُن قوانین الٰہیہ کا پابند بنانے کی انتہائی سعی کرنا جو مالک الملک نے اُن کے فلاح دارین کے لئے نازل فرمائے ہیں۔

(ہ) تمام باشندگان پاکستان کی انفرادی صلاحیتوں کی کامل حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اُن کے معاشی حالات میں مناسب اور معتدل توازن قائم کرنا اور تا بحدّ امکان کسی فرد کو بھی ضروریات زندگی سے محروم نہ ہونے دینا۔

(و) خصوصیت کے ساتھ سُود، نشہ آور اشیاء، جُوا اور ہر قسم کے معاشرتی فواحش کے سدّباب کی امکانی کوشش کرنا

(ز) قومی معاشرہ کو بلند خیالی کے ساتھ ساتھ سادہ اور ستھرا بنانے کی ہر جائز کوشش کرنا۔

(ح) مغربی طرز کی پیچ در پیچ عدالتی بُھول بُھلیاں سے نکال کر عوام کے لئے امکانی حدتک سستا اور تیز رفتار انصاف حاصل کرنا۔

(ط) ان پاک اور بلند مقاصد کے لئے ایک ایک مسلمان کو بقدر ضرورت دینی و عسکری تربیت دے کر اسلام کا مجاہد اور پاکستان کا سپاہی بنا دینا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ ص۱ سے آگے

دیتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپؐ نے اور آپؐ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ اپنے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ اے میری بہن کے بیٹے! سچ جانو۔ ہم تین چاند دیکھ لیتے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ انہوں نے سوال کیا کہ خالہ جان! پھر آپ حضرات زندہ کیسے رہتے تھے؟ فرمایا کھجوروں پر گزارہ کر لیتے تھے۔ اور اس کے سوا یہ بھی ہوتا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے والے انصار اپنے جانوروں کا دودھ ہدیہ بھیج دیا کرتے تھے آپ وہ دودھ ہم کو پلا دیا کرتے تھے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: ص۹ سے آگے

اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں سے مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ نافرمانی کی بات ہے اور شیاطین تو اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہی رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے کج بحثی کریں۔ اور اگر تم نے ان کا کہا مان لیا تو بلاشبہ تم بھی کافر و مشرک ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و حدیث کو صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ: حضرت آدم علیہ السلام

رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم (الزمر)

ترجمہ: کہہ دے اے میرے وہ بندو! جو اپنے نفسوں کے بارہ میں حد سے گذر گئے ہو (گناہ کر کے نفسوں پر ظلم کیا ہے) تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دینے والا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

۵۔ بارگاہِ الٰہی میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو بھی تباہ کر دیتی اور ابدی ذلت و خسران کا باعث بن جاتی ہے۔ ابلیس کا واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اور اس کی ہزاروں سال کی عبادت گذاری کا جو حشر بارگاہِ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلاشبہ سرمایۂ صد ہزار عبرت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ پس عبرت حاصل کرو اے چشمِ عبرت رکھنے والو! (باقی آئندہ)

ضروری اعلان

بعض احباب کے استفسار کے جواب میں گذارش ہے کہ مہتمم عبدالغنی صاحب جنہوں نے گذشتہ دنوں کوئی وظائف کا اشتہار چھپوا کر ان کو بھیجا ہے۔ اور منگوانے کا پتہ مولوی عبدالغنی خادم مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور مشتہر کیا ہے۔ سو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ عبدالغنی صاحب نہ تو کبھی پہلے خادم مقرر کئے گئے تھے نہ اب شیرانوالہ مسجد کے خادم ہیں بلکہ انجمن خدام الدین اور امیر انجمن اور امیر موصوف کے اعزہ و متعلقین سے کبھی بھی کوئی خصوصی تعلق نہیں رہا نہ اب ہے۔

لہٰذا تمام اصحاب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مطبوعات انجمن خدام الدین اور اشتہار "وظائف مسنونہ" کے سلسلہ میں صرف ناظم انجمن خدام الدین ہی سے جملہ خط و کتابت کی جائے۔ (ناظم انجمن)

(بقیہ صہ ۶ سے آگے)

روسے ایک رفتار ایسی بھی ہے۔ کہ ایک شے جس وقت اس رفتار سے روانہ ہو۔ خواہ وہ کتنا ہی طویل سفر کیوں نہ کرے عین اسی وقت واپس پہنچ سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ علماء سائنس اس سلسلہ میں یہ کہتے ہیں کہ روشنی کی رفتار کا حصول کسی دوسری شے کے لئے ممکن نہیں۔ نہ ہی اس سے زیادہ رفتار ممکن ہے۔ لیکن ہر زمانہ کا ناممکن آیندہ چل کر عین ممکن بلکہ عام افعال و اشغال میں داخل ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے۔ کل کو جب ہمارا علم اور ترقی کر جائے اور فہم و نظر اور وسیع ہو جائے۔ تو اس میدان میں ہمیں ہر طرف نئے نئے راستے نظر آنے لگیں۔ آج کے سائنس دانوں کا ایک طبقہ آج بھی روشنی کی رفتار کے حصول کو ناممکن نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ ہم ان حدوں کو چھولیں گے۔ ممکن ہے۔ اس وقت سائنس پر براق اور رفرف کے معنی بھی واضح ہو جائیں۔ اور براق کا لفظ تو سائنس کے نظریات کی جانب معنی خیز اشارے کر ہی رہا ہے۔ (باقی آئندہ)

ملتان میں دورۂ تفسیر کا انتظام

جامعہ عربیہ تعلیم الابرار رجسٹرڈ عیدگاہ روڈ ملتان میں امسال بھی دورۂ تفسیر حسب سابق مفسر قرآن حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مستند جامعہ امینیہ دہلی پڑھائینگے مولانا موصوف ترجمہ و تفسیر، تحقیق مسئلہ توحید و سنۃ تردید فرقِ باطلہ، ربط آیات، ازالۂ شبہات، رفع اعتراضات، ردِ بدعات میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور گذشتہ بیس سال سے بطرز حضرت شاہ ولی اللہ رح محدث دہلوی یہ عظیم ترین خدمت سرانجام دے رہے ہیں دورۂ تفسیر ۵ رشعبان المعظم سے انشاء اللہ تعالےٰ شروع ہوگا اور ۲۵ رمضان المبارک تک جاری رہے گا۔ بیرونی طلبہ کے قیام و طعام اور تمام ضروریات درسیہ کا انتظام مدرسہ کی طرف سے مفت ہوگا۔ بیرونی طلبہ کے علاوہ مقامی مدارس عربیہ کے طلبہ، آئمہ مساجد اور خطیب حضرات کے لئے بھی زریں موقعہ ہے۔ داخلہ کے لئے کم از کم ابتدائی عربی علوم سے واقفیت اور اردو عبارت لکھنے میں مہارت ضروری ہے۔ دورۂ تفسیر میں کامیاب ہونے والے طلبہ کو باقاعدہ مدرسہ کی طرف سے سندات بھی دی جائیں گی۔

(نوٹ) ملتان میں یہی دینی مدرسہ ہے جہاں دورۂ تفسیر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر علوم عربیہ کی تعلیم کا بھی بطریق احسن انتظام ہے مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ مدرسہ ہذا کے غریب و نادار طلبہ کے لئے از مد زکوٰۃ، صدقات اور عطیات خصوصی سے اعانت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (ابوالحسن قاسمی مہتمم جامعہ ہذا)

پاکستان کی ایک عظیم دینی درسگاہ

جامعہ مدنیہ لاہور

جامعہ مدنیہ کے مہتمم مولانا حامد میاں کو میں اپنا چوتھا بیٹا سمجھتا ہوں
——— شیخ التفسیر رح کا ارشاد ———

جامعہ مدنیہ (رجسٹرڈ) جو بارہ سال سے علومِ دینیہ کی قابل قدر خدمات سرانجام دے رہا ہے ● جس کے اصول و ضوابط حضرت شیخ التفسیر مولینا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمائے ہیں ● جس کو حضرت درخواستی مدظلہٗ و جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خوشاب (وغیرہم) جیسے مقتدر علماء و صلحاء کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے ● جس کے مہتمم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب جیسی بلند پایہ شخصیت ہیں ● جس میں اس سال ۲۲ مدرسین و ملازمین کی زیر نگرانی تین سو طلباء علم دین کی دولت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ ان میں ایک سو ایسے غریب الوطن طلباء ہیں جن کے قیام، طعام، وظائف اور دیگر اخراجات کا جامعہ کفیل ہے ● جس میں علوم دینیہ کے فضلاء کو طب اور بقدر ضرورت انگریزی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے ● جس کا عظیم الشان سالانہ

جلسہ

۲۹ رجب المرجب اور یکم و دو شعبان المعظم مطابق ۳، ۴، ۵ نومبر بروز جمعہ ہفتہ اتوار بمقام جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور ہو رہا ہے جلسہ ہذا میں مقامی علماء کرام و مشائخ عظام کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء کرام و مشائخ عظام بھی شرکت فرما رہے ہیں (حکیم برکات احمد ناظم جامعہ مدنیہ)

دارالعلوم اسلامیہ ڈگری ضلع تھرپارکر کا بارھواں سالانہ جلسہ

مورخہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ نومبر ۱۹۶۷ء بمطابق ۷، ۸، ۹ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ کو ہونا قرار پایا ہے جس میں ملک کے مشاہیر اسلام و مشائخ عظام و نعت خواں تشریف لا رہے ہیں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری و حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ صاحب بخاری حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب و حضرت مولانا محمد لقمان صاحب ۴ حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشی و حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی و حضرت پیر عبدالمالک صاحب و حضرت مولانا محمد امیرالدین صاحب و حضرت مولانا سلطان احمد صاحب رتو ڈیرو شاعر اسلام سید امین گیلانی، محمد بخش صاحب نعت خواں و حافظ محمد شریف صاحب نعت خواں تشریف لا رہے ہیں احباب مطلع رہیں

([illegible])

دورۂ تفسیر

بیکم شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ سے شروع ہو رہا ہے

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں اس سال بھی علمائے کرام کا دورۂ تفسیر انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام یکم شعبان ۱۳۸۷ء سے شروع ہوگا۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہٗ حضرت شیخ التفسیر رح کے طریق پر ربطِ آیات کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر پڑھائیں گے — قلم، دوات، قیام و طعام اور کاغذ کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا۔ کامیاب حضرات کو سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مفکر اسلام قائد انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، محدث اعظم علامۂ زماں سید الاتقیاء حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، قطب زماں مفسرِ کبیر ولی بے نظیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی دستخط شدہ اسناد دی جائیں گی۔ حسب دستور فرقۂ باطلہ کی تردید بھی پڑھائی جائے گی (شریک ہونے والے علماء کرام موسم کے مطابق بستره ہمراہ لائیں۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

مدرسہ احیاء العلوم چنیوٹ کا سالانہ جلسہ مورخہ ۳، ۴، ۵ نومبر ۶۷ء کو منعقد ہو رہا ہے جس میں مولانا سید نور الحسن صاحب بخاری مولانا عبدالستار صاحب تونسوی اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری تشریف لا رہے ہیں (حافظ شیر زمان)

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

۲۸ راکتوبر بروز ہفتہ ۱۰ بجے رات کراچی ایکسپریس میں سوار ہوکر سات بجے صبح خان پور پہنچ جائیں گے۔ خان پور سے دین پور تشریف لے جائیں گے۔ دوپہر کو مدرسہ عربیہ مخزن العلوم والفیوض عیدگاہ خانپور کے کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائیں گے رات ½ بجے تیزگام میں سوار ہوکر واپس لاہور تشریف لے آئیں گے۔ (حاجی بشیر احمد)

جلسہ

دارالعلوم عربیہ نعمانیہ محلہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا ستائیسواں سالانہ جلسہ مورخہ ۲۹ ر ۳۰ ر ۳۱ راکتوبر بروز اتوار، سوموار، منگلوار ہونا قرار پایا ہے۔ جس میں علماء کرام کتاب و سنت اور حالاتِ حاضرہ کے موضوع پر تقاریر فرمائیں گے۔ (غلام فرید)

بچوں کا صفحہ

اِخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سلیم ضیاء لاہور

(۶)

۳۰۔ حسن معاشرت حسن معاشرت کے معنی ہیں۔ لوگوں کے ساتھ رہن سہن اور معاملات میں عمدہ سلوک کرنا۔

حضور اکرمؐ ہر ایک سے نیکی اور مروت کا برتاؤ کرتے تھے۔ نہ امیروں سے حسد کرتے نہ غریبوں سے تکبر کرتے جو بھی آپ سے ملنے آتا۔ اس سے اس طرح پیش آتے۔ کہ گویا وہ مدت سے واقف ہے۔ اور قریبی راہ و رسم رکھتا ہے۔

آپؐ کی مجلس میں ہر آدمی کو رسائی حاصل تھی۔ آپؐ کا کوئی دربان یا پہرہ دار نہ تھا نہایت مہربانی سے شائستگی کی تعلیم دیتے۔

ایک دفعہ ایک بدّو نے جو مسجد کے سے نا واقف تھا۔ صحن مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اُسے مارنے دوڑے۔ آپؐ نے انہیں فرمایا اُسے کچھ نہ کہو پیشاب کی جگہ کو پانی سے پاک کردو۔ تم آسانی کرنے کے لئے آئے ہو۔ تنگی کرنے کے لئے نہیں۔

آپؐ کو کسی کی دل شکنی گوارا نہ تھی ہر ایک کی دل جوئی فرماتے حضورؐ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ انہیں سلام کرنے میں پہل کرتے انہیں گود میں بٹھا لیتے اور ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے سواری پر اپنے ساتھ بٹھا لیتے

آپؐ کو غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا بہت مرغوب تھا۔ ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے۔ اور ان سے بات چیت میں ان کے میلان کے موافق حصہ لیتے۔

۳۱۔ معمولات نماز فجر پڑھ کر آپؐ جا نماز پر بیٹھ جاتے۔ اور سورج اچھی طرح نکل آنے تک بیٹھے رہتے۔ جو آتا پاس بیٹھ جاتا۔ یہ گویا دربار عام تھا۔ چاشت کے وقت کبھی چار کبھی آٹھ رکعتیں پڑھتے۔ گھر کے کام کرتے دودھ دوہ لیتے۔

نماز عصر کے بعد ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے ہاں جاتے اور تھوڑی دیر ٹھیرتے۔ نماز مغرب کے بعد جس کے ہاں آرام فرمانے کی باری ہوتی۔ وہاں چلے جاتے نماز عشا کے بعد بات چیت پسند نہ تھی سوتے وقت کوئی سورت پڑھ کر سوتے آدھی رات کو یا پہر رات گئے جا گتے۔ مسواک فرماتے۔ وضو کرتے۔ پھر عبادت میں مشغول ہوجاتے۔ ہمیشہ داہنی کروٹ سوتے۔ اور دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے۔

۳۲۔ رفتار و گفتار رفتار تیز تھی۔ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی شخص ڈھلوان پر اتر رہا ہو۔ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے۔ آواز بلند تھی۔ خوشی کے وقت چہرے پر مسکراہٹ دوڑ جاتی۔

ایثار ایثار کا مطلب ہے۔ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دینا۔ اپنی ضرورتوں کو نظر انداز کر دینا۔ اور دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کرنا۔ یہ سخاوت و فیاضی کا آخری درجہ ہے۔

ایک دفعہ رسول پاکؐ کہیں جا رہے تھے ابوذرؓ غفاری ساتھ تھے۔ سامنے احد پہاڑ کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ ابوذر! اگر یہ سارا پہاڑ سونے کا بن جائے تو میں کبھی گوارا نہ کروں۔ کہ تین دن گزر جائیں اور میرے پاس ایک دینار بھی رہ جائے۔ یعنی سارا اُٹھا کر بانٹ دوں۔

ایک مرتبہ ایک عورت چادر تحفے کے طور پر لائی۔ آپؐ کو اس کی ضرورت تھی ایک صاحب نے دیکھتے ہی کہا۔ کیا اچھی چادر ہے۔ آپؐ نے فوراً اُٹھا کر اُسے دے دی۔

حُسن معاملت نبوت سے پیشتر حضورؐ تجارت کیا کرتے تھے۔ جن لوگوں نے آپ سے معاملہ کیا۔ وہ سب ہمیشہ حسن معاملت کی شہادت دیتے رہے۔

ایک مرتبہ ایک قافلہ مدینے سے باہر اترا اس کے ساتھ سرخ رنگ کا اونٹ تھا آپ ادھر سے گزرے تو اُونٹ کی قیمت پوچھی۔ جو کچھ قیمت بتائی گئی۔ اُسے قبول کر کے اونٹ کی مہار پکڑی اور لے گئے

پھر ان لوگوں کو خیال آیا۔ کہ ہم نے جان پہچان کے بغیر اونٹ دے دیا۔ اور قیمت نہ لی۔ ایک عورت بھی ساتھ دی۔ وہ بولی فکر نہ کرو۔ جو شخص اونٹ لے گیا وہ کبھی دغا نہ کرے گا۔ میں نے اس سے روشن چہرہ کسی کا نہیں دیکھا شام ہوئی تو آپؐ نے اُونٹ کی قیمت بھجوائی۔ اس کے ساتھ ہی قافلے کی مہمانی کے طور پر کھجوریں بھیج دیں۔

یہ تھا حضورؐ کی سیرت مقدسہ کا سرسری خاکہ۔ اس بے بہا ذخیرے کو پڑھ کر ہر شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ آپؐ جیسا کامل و مکمل انسان آج تک آسمان کی چھت نیچے پیدا نہیں ہوا۔

عزیز بچو! ہمیں بھی چاہئے۔ کہ حضورؐ کی سیرت مقدسہ پر عمل پیرا ہو کر نیک نامی

حضرتِ ابُوبکر صدیق رضؓ

حبیب الرحمن اشرف متعلم جامعہ مدنیہ لاہور

جنہیں ہر وقت تھی یہ فکر حق کا بول بالا ہو
وُہ سرخیل صحابہ۔ باخدا صدّیق اکبر ہیں

رسالتؐ نے دیا فرمان امامت کے لئے جن کو
وہ منظورِ نظر آقائے ما۔ صدّیقؓ اکبر ہیں

وہ جن سے مشورہ لیتے تھے صلح و جنگ کے اندر
وہ ہمراز رسولؐ دوسرا صدّیقؓ اکبر ہیں

شبِ ہجرت جنہیں سرکار کلؐ محبوبؐ باری نے
بنایا ہم سفر۔ وہ با وفا صدّیقؓ اکبر ہیں

وہ جس نے کی مدد ہر چیز سے سرکار عالم کی
وہ شیدائے امام انبیاء صدّیقؓ اکبر ہیں

رفاقت ہے نصیب اب تک رسول پاک کی جن کو
وہ مقبول خدا و مصطفے صدّیقؓ اکبر ہیں

ملا جن کو شرف آقائے کل کی جانشینی کا
وُہ اشرف صاحب صدق و صفا صدّیقؓ اکبر ہیں

٢٧ر اکتوبر ۱۹۶۷ء

٢٠

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱/۲۴۸۲ مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷۶۹/۳۹-۲-۹DD مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۶-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ر مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبیداللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔